پارہ پارہ کر دیا ہے ۔ حالانکہ جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہی اس بات کے لئے کوشاں رہی ہے کہ مسلمان متفق و متحد ہو کر رہیں ۔۔۔۔ انجمن حمایت اسلام کی سٹیج ہو یا مسلم لیگ کا پلیٹ فارم ۔ مسلم کانفرنس کا سیاسی اتحاد ہو یا شدھی کی مہم کی روک تھام کا معرکہ ۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی کارگزاریاں ہوں یا گول میز کانفرنس میں مسلم مفاد کا تحفظ ۔ قیام پاکستان کی جدوجہد ہو یا تحفظ پاکستان کے لئے دفاعی عسکری خدمات کا معرکہ ۔۔۔ ہر جگہ جماعت نے مسلم اتحاد کے لئے قابل تحسین کام کیا ہے ۔ اور ہر جگہ اپنے مسلم بھائیوں کے دوش بدوش مگر اپنی تعداد اور استطاعت سے بہت بڑھ کر قربانیاں پیش کر کے ان معرکوں میں شراکت کی ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ مخالفین کی طرف سے ' جماعت کے خلاف اشتعال انگیزیاں کر کے صورت حال کشیدہ کرنے کی کوششیں جاری رکھی گئیں ۔

غیر مسلم پرچے

مصنف تو جماعت احمدیہ پر مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا الزام لگا رہے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر مسلم یہ سمجھ چکے تھے کہ مسلمانوں میں " اتفاق و اتحاد " کا قیام جماعت احمدیہ کی کاوشوں یا بزعم ان کے جماعت احمدیہ کی سازشوں کا نتیجہ ہے ۔ چنانچہ آریہ اخبار رقمطراز ہے :

" ۔ جماعت (احمدیہ ۔ ناقل) نے مسلمانوں کے اندر حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ہے ..... اس تحریک نے مسلمانوں کے اندر اتحاد پیدا کر دیا ہے ۔ آج مسلمان ایک طاقت ہیں ۔ مسلمان قرآن کے گرد جمع ہو گئے ۔ " [۱۰]

ایک اور آریہ اخبار ۔ " آریہ ویر " لکھتا ہے ۔

" جماعت احمدیہ کے کام نے مسلمانوں کے اندر حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ہے ۔ ملک اور قوم کے لئے (یعنی ہندوؤں اور ان کے رام راج کے لئے) یہ تبدیلی کس قدر خطرناک ہے ۔ اس کا ذکر میں اس جگہ نہیں کروں گا ۔ لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ احمدی تحریک نے مسلمانوں کے اندر اتحاد پیدا کر دیا ہے ۔ آج مسلمان ' ہندوؤں کے مقابلہ پر متحد ہیں ۔ سنی ۔ شیعہ ۔ قادیانی ۔ اہل حدیث ۔ وہابی ۔ آغا خانی سب متحد ہیں ۔ آج مسلمان ایک طاقت ہیں "

(پرچہ ۹ ر اگست ۱۹۳۱ء بحوالہ الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۳۱ء)

مسلم پرچہ انقلاب

مسلمانوں کے اندر اتحاد پیدا کرنے اور ان کے ساتھ کامل ہم آہنگی کا رویہ تواتر کے ساتھ اس جماعت کا طرہ امتیاز رہا ہے ۔ مسلم پرچہ " انقلاب " جماعت کی ملی خدمات سے متاثر ہو کر یہ لکھے بغیر نہ رہ سکا کہ :۔

" سائمن کمشن (۱۹۲۸ء) سے لے کر اب تک (یعنی ۱۹۴۴ء تک) انہوں (یعنی حضرت امام جماعت احمدیہ) نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور جداگانہ حیثیت کے قیام میں ملت اسلامی کے ساتھ جس کامل ہم آہنگی کا ثبوت دیا ہے اس کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں ۔ " [۱۱]

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مصنف " زندہ رود " کا یہ تاثر دینا کہ " احمدی مسلمانوں کی کسی سیاسی تنظیم میں شامل ہو کر " کام کرنے کے لئے تیار نہ تھے (صفحہ ۵۹۳) یا یہ کہ احمدی " برصغیر کی سیاست میں صرف اسی حد تک حصہ لیتے تھے ۔ جس حد تک سر فضل حسین یا یونی نسٹ پارٹی کے مفادات اجازت دیتے تھے (صفحہ ۵۹۱) ایک بے بنیاد تاثر ہے جس میں تعصب اور جانبداری کی آمیزش موجود ہے ۔

جماعت احمدیہ اور اتحاد المسلمین کا فارمولا

جماعت احمدیہ ' اتحاد المسلمین کے لئے ہر دم کوشاں رہی ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب شیعہ ' سنی کو اور سنی ' شیعہ کو کافر قرار دے رہا ہے ۔ تو مسلمانوں میں اتحاد کیسے ممکن ہے ۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس پریشان کن صورت حال کے ہوتے ہوئے بھی ایسے اصول بیان فرمائے ہیں ۔ جن کے تحت " اتحاد المسلمین " قائم ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :
۔

" ۔۔ ہر فرقہ کے لوگ بے شک دوسروں کو تبلیغ کریں ۔ اور اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کریں ۔ مگر سیاسی معاملات میں مل کر کام کریں ۔ چنانچہ میں نے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے شائع کیا کہ مسلمان کی دو تعریفیں ہیں ۔ ایک مذہبی ۔۔ اس کے لحاظ سے ہر ایک فرقہ ' اپنے فرقہ کے لوگوں کو مسلمان کہتا ہے لیکن ایک تعریف ' سیاسی بھی ہے ۔ یعنی جو شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے ۔ اور قرآن کریم کو آخری شریعت قرار دیتا ہے ۔ وہ مسلمان ہے ۔ کیونکہ تمدنی اور سیاسی لحاظ سے ' ان سب کے فوائد مشترک ہیں ۔

حضور مزید فرماتے ہیں :-

"..... پہلی دفعہ مسلم لیگ کے جلسہ لاہور میں اس تعریف کو پیش کیا گیا۔ اس کے بعد سب نے اس کو مان لیا سوائے چند متعصب علما کے ..... پس موجودہ حالت میں تمام **مسلمانوں میں اتحاد** پیدا کرنے کا یہی طریق ہے کہ ..... تمدنی اور سیاسی لحاظ سے جو مسلمان کہلاتا ہے۔ اسے مسلمان کہیں اور متحدہ تمدنی و سیاسی معاملات میں مل کر کام کریں۔ اس تحریک کا ایسا اثر ہوا کہ معاً مسلمانوں میں اتحاد شروع ہو گیا ..... کئی شیعوں ' سنیوں اور اہل حدیثوں کی طرف سے خطوط آئے جنہوں نے لکھا کہ آپ اس تحریک کو جاری رکھیں۔ آپ ہی کے ذریعہ مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق ہو گا" ۱۲ سے

پس جماعت احمدیہ اتحاد اسلامی کی سب سے بڑی علمبردار ہے۔ اس پر مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کا الزام عائد کرنا ظلم عظیم ہے۔

ہندو کانگریس کو جماعت احمدیہ کا یہ کردار سخت ناگوار تھا۔ اس نے خود تو اچھوتوں اور سکھوں تک کو ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ ادھر اپنے آلہ کاروں کے ذریعہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ان میں مذہبی منافرت پھیلانے کے لئے منصوبے بنائے۔

۳۵۔۱۹۳۴ء میں مولوی ظفر علی خاں اور مجلس احرار (کانگریس کے ہمنواؤں) کے ذریعہ یہ تحریک زور پکڑ گئی کہ احمدیوں کو جن کی وجہ سے مسلم اتحاد کے قیام کو تقویت ملی تھی۔ غیر مسلم قرار دے کر امت مسلمہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ کچھ عرصہ بعد علامہ اقبال جو اب تک مسلمانوں میں یگانگت اور اتحاد کے داعی تھے اس طبقہ کے بیچ میں آ گئے۔

یہ منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ کلمہ گو جماعت کو ملت سے کاٹنے والے تو اتحاد اسلامی کے علمبردار ہیں۔ اور ملت سے پیوستہ رہنے کی خواہاں جماعت ' اتحاد المسلمین کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

۳۵ء میں جب یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ افتراق و انتشار کے یہ جراثیم اتحاد اسلامی کی جڑیں کھوکھلی نہ کر دیں۔ تو "انقلاب" نے اپنے اداریئے میں لکھا :-

انقلاب کا اداریہ

"۔ (اتحاد پیدا کرنا) اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ ہندوؤں کی

حالت یہ ہے کہ وہ اپنی قوتوں کو بے پناہ بنانے کے لئے سکھوں کے ساتھ بھی گہرا اتحاد کر رہے ہیں۔ چنانچہ آجکل یہ فیصلہ کیا جا رہا ہے کہ سکھ اور ہندو باہم مشترک انتخاب پر آ جائیں اور اس سلسلے میں سکھوں کے لئے نشستیں مخصوص کر دی جائیں۔ ہندو' یہاں تک تیار ہیں کہ ہم میں سکھوں کو مزید نشستیں دے کر ان کا تناسب ۵ فی صدی تک پہنچا دیں۔ پھر کیا اس موقع پر مسلمانوں کے لئے اتحاد و یگانگت اور یک آہنگی سے بڑھ کر کوئی چیز اہم ہو سکتی ہے ؟" ۱۳ سے

مگر افسوس کہ اس دور میں علامہ' مخالف احمدیت طبقہ کے اس حد تک زیر اثر آ چکے تھے۔ کہ مسلم اخباروں کی کوئی اپیل یا دلیل کارگر ثابت نہ ہوئی اور آپ مئی ۳۵ء میں کھل کر "زمیندار" اور "احرار" کے ہمنوا ہو گئے اور انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انگریزی حکومت سے یہ مطالبہ کرنے لگے کہ وہ "استحکام اسلام" اور ملت اسلامیہ کے اتحاد کے لئے کام کرے اور اس کی صورت یہ بتائی کہ "قادیانیوں" کو الگ اقلیت قرار دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ جب قیام پاکستان کے بعد ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو کیا ملکی یا بین الاقوامی سطح پر مسلمان یکجان ہو گئے۔

پاکستان اور کابل حکومت میں رشتہ اخوت بڑھ گیا ؟ ایران عراق میں یگانگت اور ہم آہنگی کو فروغ نصیب ہوا ؟ عراق و کویت کے حکمران یک جان ہو گئے ؟ وطن عزیز کے شیعہ سنی سواد اعظم میں بھائی چارے کی فضا پیدا ہوئی ؟ شریعت بل پر اتفاق ہو گیا۔ تکفیری سیلاب رک گیا ؟ نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

ظاہر ہے علامہ اقبال کا یا قیام پاکستان کے بعد بعض مسلم زعماء کا یہ کہنا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینا "استحکام اسلام" یا "استحکام ملت" کا موجب ہو گا۔ عملی طور پر نادرست ثابت ہو چکا ہے۔ بلکہ اس اقدام کے بعد مسلم انتشار اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔

دور حاضر کا تکفیری سیلاب

جماعت احمدیہ کو اقلیت قرار دینے کے بعد تکفیر بازی کی جو صورت حال پیدا ہو چکی ہے ہم اس کے متعلق اس وقت نمونۃً ایک تحریر درج کرتے ہیں۔

دار العلوم دیوبند سے (رسالہ الفرقان۔ لکھنؤ) کے ذریعہ شیعوں کی تکفیر کے سلسلہ میں سینکڑوں فتاویٰ کو حال ہی میں یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے۔ پھر یہ فتاویٰ کراچی کے ماہنامہ "

البینات " کی زینت بنے ہیں ۔ یہ پرچہ جناب مولوی یوسف بنوری صاحب کی یادگار ہے ۔
شیعوں کے خلاف سینکڑوں فتاویٰ درج کرتے ہوئے لکھا گیا ہے ۔ کہ " اثنا عشریہ ' منصب
امامت کو نبوت سے بالاتر مانتے ہیں ۔ اس لئے ختم نبوت کے منکر ہیں " ۔ " ان کو مسلمان کہنا
خود اسلام کی نفی ہے "

یہی پرچہ جماعت احمدیہ کے متعلق لکھتا ہے :-

" ۔ قادیانی ' نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں ۔ بلکہ انہوں
نے اپنے نقطہ نظر کے مطابق ایک صدی سے بھی زیادہ مدت سے اپنے طریقہ پر اسلام کی تبلیغ و
اشاعت کا جو کام خاص کر یورپ اور افریقی ممالک میں کیا ۔ اس سے باخبر حضرات واقف ہیں
۔۔۔ اور خود ہندوستان میں جو قریباً نصف صدی تک اپنے آپ کو مسلمان اور اسلام کا وکیل
ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کا انہوں نے جس طرح مقابلہ کیا ۔ تحریری اور
تقریری مناظرے مباحثے کئے وہ بہت پرانی بات نہیں ۔۔۔۔ پھر ان کا کلمہ ۔۔۔ ان کی اذان
اور نماز وہی ہے ۔ جو عام امت مسلمہ کی ہے ۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ان
کے فقہی مسائل قریب قریب وہی ہیں ۔ جو عام مسلمانوں کے ہیں :-

لیکن ۔۔۔ اثنا عشریہ (شیعہ) کا حال یہ ہے کہ :-

۔ ان کا کلمہ الگ ہے ۔
۔ ان کا ــــ وضو الگ ہے ۔
۔ ان کی نماز اور اذان الگ ہے ۔
۔ زکوۃ کے مسائل بھی الگ ہیں ۔
۔ نکاح اور طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں ۔
۔ حتی کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں ۔

مضمون کے آخر میں حضرات علماء کرام سے گذارش کی گئی ہے کہ قادیانیوں کے کفرو
ارتداد کا تو آپ نے فیصلہ کر دیا ۔ اثنا عشری شیعوں کے کفر کے بارے میں اپنی ذمہ داری کب
نبھائیں گے ؟ " ۱۴ ؎

پروفیسر رفیع اللہ شہاب ۔۔۔ جناب اشرف ظفر صاحب کی کتاب " مذہبی اور سیاسی فرقہ
بندی " پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

(وطن عزیز میں) مختلف مذہبی فرقوں کا سب سے اہم اتحاد " قومی اتحاد " کی شکل میں
۱۹۷۷ء میں وجود میں آیا تھا ۔ مگر ۔۔۔ اس اتحاد میں شامل مختلف مذہبی جماعتیں ایک دوسرے کے
پیچھے نماز ادا کرنے کی روادار نہ تھیں اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو دیوبندی اور بریلوی اپنی
علیحدہ جماعتیں کرواتے ۔

۲۵ ر اگست ۱۹۷۷ء کی شام اسلامی اخوت اور نظام اسلام کے قیام کے دعوے دار ۔۔۔۔ نماز
کے لئے اٹھے تو مفتی محمود صاحب اور نواب زادہ نصراللہ خاں دس بارہ آدمیوں کو لے کر ایک
طرف چل پڑے اور ان کی امامت مفتی محمود صاحب نے کی جبکہ مولانا نورانی صاحب اور
میاں طفیل صاحب ' دوسری طرف کھڑے ہوگئے ۔ (صفحہ ۷۳)

مصنف نے اس قسم کی سینکڑوں مثالوں کا ذکر کیا ہے ۔ ۱۵ ؎

مصنف زندہ رود ان تمام حقائق سے بخوبی آگاہ ہوتے ہوئے بھی مسلم اتحاد کو پارہ پارہ
کرنے کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر عائد کر رہے ہیں ۱۶ ؎

۔ اس دور میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے ۔

راقم عرض کرتا ہے ۔ علامہ نے احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے سلسلہ میں بار
بار انہیں وحدت ملی اور استحکام امت کے لئے خطرہ قرار دیا ۔ حالانکہ وحدت ملی یا استحکام ملت
کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان قوم کا ایک مرکز ہو ۔ ایک خلیفہ ہو ۔ بیت المال ہو ۔ نظام قضا
وافتاء ہو ۔ مجلس مشاورت ہو ۔ علماء اور عوام میں باہمی اخوت و محبت ہو ۔ کفر سازی سے حد
درجہ نفرت ہو ۔۔۔ مگر غیر احمدی مسلمانوں کے ہاں تو ان سب باتوں میں سے کسی کا بھی وجود
نہیں (اور اب بزعم خود احمدیوں کو خارج از اسلام قرار دے کر حالت پہلے سے بھی بدتر ہو چکی
ہے) ۔ پھر وحدت ملی اور استحکام اسلام کا دعویٰ کس منہ سے ! ۔۔ اور احمدی جن کے پاس یہ
سب کچھ ہے وہی اسلام کے لئے خطرہ ؟ یا للعجب

جب ۷ ر ستمبر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے
دیا گیا تو نوائے وقت لاہور نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے
اپنے اداریہ میں لکھا ۔۔۔ " کوئی عجب نہیں کہ یہ (یعنی یہ فیصلہ) عقبیٰ میں مسٹر بھٹو کی نجات
کا موجب بننے کے ساتھ قوم کی بھی نشاۃ ثانیہ کا باعث بن جائے " ۱۷ ؎

عقبیٰ میں نجات کے معاملے کی کیفیت کے بارے میں تو ہم بے خبر ہیں ۔ مگر قوم کی نشاۃ

ثانیہ کا حال سب کے سامنے ہے۔ جماعت اسلامی کے پہلے امیر مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے ۱۹۷۴ء میں فرمایا تھا کہ "احمدی" "مسلم معدے" میں ایک "مکھی" کی طرح تھے۔ اب جبکہ حکومت نے یہ "مکھی" نکال پھینکی ہے۔ قوم کو نئی زندگی عطا ہو گی۔ صالح خون پیدا ہو گا۔ گویا قوم کی نشاۃ ثانیہ ہو گی اور یہ دیانت 'امانت' اخلاق اور اتحاد کا گہوارا بن کر ابھرے گی۔ مگر اسی جماعت کے دوسرے امیر میاں طفیل محمد صاحب نے اس مکھی کے نکالے جانے کے بعد اپنی "لیبارٹری" میں قوم کی رگوں میں دوڑنے والے صالح خون کی ۱۹۹۰ء میں جو تازہ ٹسٹ رپورٹ تیار کی ہے۔ اس کے اجزاء کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں۔

"۔ قوم میں کس پر اسلام لایا جائے۔ کس پر اسلام نافذ کیا جائے۔ قوم کا اس وقت کیا حال ہے؟ کیا آپ نہیں جانتے .... امر واقعہ یہ ہے کہ یہ قوم تو بالکل سڑ گئی ہے۔ پیسے بغیر کوئی ووٹ دینے کے لئے تیار نہیں۔ کوئی ناچ رہا ہو۔ کوئی زانی' زنا کر رہا ہو۔ کسی کو پروا نہیں۔ پیسہ ہو تو وہ لیڈر بن جائے گا۔ کسی کو امانت اور دیانت کی کوئی پروا نہیں نہ ضرورت۔ جتنا بڑا کوئی رشوت خور ہو۔ جتنا بڑا کوئی بددیانت ہو۔ جتنا بڑا کوئی سمگلر ہو۔ زانی ہو۔ بدمعاش ہو۔ اس کو ووٹ دیں گے۔ اب آپ ہی بتائیں کس قوم کے اندر اسلام نافذ کیا جائے۔ آپ کے علماء کا کیا حال ہے؟ ایک حلوے کی پلیٹ کسی مولوی صاحب کو کھلا دیں۔ جو چاہیں فتویٰ لے لیں۔ ہر مولوی دوسرے مولوی کو کافر بنا رہا ہے۔ جماعت اسلامی ۵۰ برس سے کام کر رہی ہے۔ مولانا مودودی جیسا آدمی اس قوم کے لئے سر کھپاتا رہا۔ گیارہ کروڑ کی آبادی میں سے اس وقت بھی پانچ ہزار جماعت اسلامی کے ارکان ہیں وہ بھی چھوٹی برادریوں اور ذاتوں کے تعلق رکھنے والے۔ یا دفتروں کے چپراسی۔ کوئی قابل ذکر آدمی جماعت اسلامی کے ساتھ نہیں ہے۔"۱۸ے

۔حواشی۔

۱۔ ص ۔ ۵۹۵

۲۔ ص ۔ ۵۳۵

۳۔ ص ۔ ۵۶۵

۔۔ مسلم لیگ کے انتشار کے متعلق مصنف فرماتے ہیں:

(چودھری ظفر اللہ خاں کے بعد) میاں عبد العزیز لیگ کے قائمقام صدر منتخب ہوئے مگر انہوں نے دھاندلی سے لیگ کو ایک گروہی جماعت کے طور پر چلانا چاہا اور سر محمد یعقوب کو سیکرٹری شپ سے علیحدہ کر دیا۔ ۱۹۳۳ء میں حافظ ہدایت حسین لیگ کے صدر بنے۔ لیکن اس دوران اراکین میں نفاق کے سبب ہنگامہ ہو گیا۔ جس میں عثمان آزاد مدیر روزنامہ "انجم" کے چند دانت ٹوٹ گئے۔ پس لیگ مزید انتشار کا شکار ہوئی (ص ۳۴۱)

۴۔ الجرا سرائق جلد نمبر ۵ ص ۱۳۰

۵۔ رد تبراص ۳۰

۶۔ صدیقہ شہداء ص ۶۵

۷۔ اردو نامہ مئی ۱۹۸۶ء ص ۱۷ پنجاب گورنمنٹ پریس

۸۔ ملفوظات حصہ سوئم ۔ ص ۳۲۶ ۔ کامیاب دار التلیغ اردو بازار لاہور

۹۔ ایضاً ص ۳۱۹

۱۰۔ (بحوالہ فاروق ۲۸ / ۲۱ اپریل ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۰۔ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۶ صفحہ ۳۰۳)

۱۱۔ (اداریہ انقلاب پرچہ ۲۹ / جون ۱۹۴۴ء)

۱۲۔ لیکچر صفحہ ۱۰ جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۷ء

۱۳۔ پرچہ ۳ / مارچ ۱۹۳۵ء

۱۴۔ ماہنامہ البینات ۔ کراچی جنوری فوری ۱۹۸۸ء ص ۹۶

۱۵۔ روزنامہ امروز لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۸۷ء

۱۶۔ زندہ رود ص ۵۹۵ | ۱۷ نوائے وقت ۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

۱۸۔ بیدار ڈائجسٹ۔ اگست ۱۹۹۰ء ص (۹) (ضیاء الحق شہید نمبر)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دلی تڑپ۔ اتحاد المسلمین

جماعت احمدیہ کے بانی، مسلم اتحاد کی دلی تڑپ رکھتے تھے اور انتشار کے سخت خلاف تھے۔ سر فضل حسین حضور کی وفات سے دو ایک یوم قبل آپ سے ملے۔ اور اتحاد المسلمین پر بات چیت کی۔ اس ضمن میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے سر فضل حسین لکھتے ہیں:۔

Curiously enough this docrine business was the one which I discussed with Mirza Sahib a day or two before his death in Lahore and the impression left on my mind was that he was fully cogr ant of the Importance of Muslim Unity' and was strongly opposed to disruption.

مسٹر جناح کو ہندوستان واپس جانے کی ترغیب

اسی طرح حضرت امام جماعت احمدیہ (وفات ۱۹۶۵ء) سمجھتے تھے کہ مسلم مفاد اسی میں مضمر ہے کہ مسلم اتحاد کے علمبردار مسٹر محمد علی جناح کو جو مستقل طور پر انگلستان میں مقیم ہو گئے تھے۔ واپس ہندوستان تشریف لا کر مسلمانوں کی قیادت کرنے کی ترغیب دی جائے۔ اس مقصد کے لئے مبلغ انگلستان مولانا عبدالرحیم صاحب نے حضور کی ہدایت کے مطابق، قائداعظم کو واپس ہندوستان جانے پر آمادہ کیا۔ اور یوں آپ کی کاوش سے چند سال بعد پاکستان کا حصول ممکن ہوا۔ جناب م۔ ش (ممتاز صحافی) لکھتے ہیں:۔

It was Mr.Liaqat Ali Khan and Maulana Abdul-Rahim Dard'an Imam of London Mosque'who persuaded Mr.M.A Jinnah to change his mind and return home to play his role in the National Politics.(Pakistan-Times supply II Col.1.11.9.81).

کیا اقبال بوجہ علالت، وائسرائے کونسل کی رکنیت کا منصب قبول کرنے کے قابل نہ تھے؟

مصنف "مظلوم اقبال" کا موقف

مصنف "مظلوم اقبال" کے مطابق، احمدیت کے خلاف، علامہ اقبال کے بیانات میں شدت اور تلخی کی وجہ ـــ "ایک سازش کے تحت احرار کا دباؤ اور ان کی ریشہ دوانیاں تھیں جس میں ایک ذاتی معاملہ میں علامہ کا احساس محرومی بھی شامل ہو گیا۔"[۱]

واضح رہے کہ اس "احساس محرومی" کا تعلق وائسرائے ہند کی کونسل کی رکنیت پر تقرری سے تھا جس کے لئے اخبارات اور پبلک میں علامہ اور چودھری محمد ظفر اللہ خاں کا نام لیا جا رہا تھا مگر تقرر چوہدری صاحب کا ہو گیا۔

مصنف زندہ رود کا موقف

مصنف زندہ رود کو اس موقف سے اتفاق نہیں۔ ان کے نزدیک تین وجوہات کی بنا پر اس منصب پر علامہ کے تقرر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

۱۔ علامہ، اس دور میں علیل تھے۔

۲۔ علامہ، انگریزی حکومت کے زبردست نقاد تھے۔

۳۔ علامہ، انگریز کی ملازمت کے لئے تیار نہ تھے۔

آیئے! ان تینوں وجوہات کا باری باری جائزہ لیں۔

علامہ کی علالت

مصنف زندہ رود، علامہ کی علالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

" یہ درست ہے کہ اقبال کو مالی فراغت یا آسودگی کبھی نصیب نہیں ہوئی لیکن ۱۹۳۴ء یا ۱۹۳۵ء میں تو بوجہ علالت وہ اس قابل ہی نہ تھے کہ وائسرائے کی رکنیت قبول کرتے ۔ اس زمانہ میں سر فضل حسین نے اپنے خط مورخہ ۲ر مئی ۱۹۳۴ء بنام میاں امیرالدین میں تحریر کیا:

" اقبال کا کیا حال ہے! کچھ عرصہ ہوا میں نے سنا تھا کہ وہ علیل ہیں اور مالی مشکلات سے دوچار ۔ مجھے بڑی مسرت ہوگی اگر آپ مجھے بصیغہ راز اطلاع دیں کہ صحیح پوزیشن کیا ہے ۔ میں کالج کے ایام سے ان کا بڑا مداح ہوں اور ایک بار پھر ان کی امداد کی کوشش کرنا چاہتا ہوں ۔"

میاں امیرالدین نے انہیں جواب دیا کہ اقبال ' علالت کے سبب ایک مدت سے وکالت ترک کر چکے ہیں ۔ ان کی صحت اور مالی حالت دونوں خراب ہیں اور ان کی آواز بڑی سرعت کے ساتھ بیٹھتی چلی جا رہی ہے ۔"

مصنف نتیجۃً رقمطراز ہیں :-

" ۔ اس حالت میں یہ کہنا کہ اقبال وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت کے امیدوار تھے یا اس منصب پر تقرری کے خواب دیکھ رہے تھے اور جب ان کی بجائے یہ منصب ' وزیر ہند نے سر ظفراللہ خاں کو سونپ دیا تو وہ انتقاماً احمدیت کی مخالفت میں بیان جاری کرنے لگے ۔ اصل حقائق سے بے خبری ہے یا انہیں تعصب کی عینک سے دیکھنے والوں کی آنکھ سے دیکھنا ہے ۔" ۴۰

علامہ کے اپنے خطوط

راقم کی رائے میں یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ علامہ کی صحت کی کیفیت کے بارہ میں میاں امیر الدین صاحب کے ایک خط پر انحصار کرنے کی بجائے علامہ کے اپنے رقم فرمودہ متعدد خطوط کو پیش نظر رکھا جائے ۔ جو آپ نے بواسطہ سید نذیر نیازی ' اپنے معالج حکیم نابینا صاحب کو (دہلی) بھجوائے ۔۔۔ نیز ۱۹۳۴ء کا چار پانچ ماہ کا وہ عرصہ خصوصیت سے پیش نظر رکھا جائے جس میں اس منصب رفیع کے لئے سر فضل حسین رکن وائسرائے کونسل کی جگہ علامہ اقبال اور چودھری صاحب کا نام پریس میں لیا جا رہا تھا ۔ اور چوہدری صاحب کی موافقت و مخالفت پر بحث جاری تھی ۔

واضح رہے کہ اکتوبر ۳۴ء میں حکومت نے فیصلہ کر دیا کہ چودھری ظفراللہ خاں ' سر فضل حسین کے جانشین ہوں گے (چودھری صاحب نے مئی ۳۵ میں اپنے منصب کا چارج لے لیا) ۔ اے اکتوبر ۳۴ کے حکومتی فیصلہ نے اس بحث کا دروازہ بند کر دیا جو کچھ عرصہ سے جاری تھی کہ سر فضل حسین کا جانشین کون ہوگا ؟

آیئے دیکھتے ہیں کہ مئی ۳۴ سے ستمبر ۳۴ تک کے پانچ ماہ میں علامہ کی صحت کی کیفیت کیا تھی ؟ ۔

اکتوبر ۳۴ سے پانچ ماہ پیشتر ۔ علامہ کی صحت کی کیفیت کا چارٹ
بحوالہ " مکاتیب اقبال " از نذیر نیازی صاحب شائع کردہ اقبال اکادمی ۔ پاکستان

صفحہ نمبر	تاریخ مکتوب		کیفیت از علامہ اقبال '
			اپنے معالج حکیم نابینا صاحب کے نام خطوط
۱۳۱ ۔	۲۴ مئی ۱۹۳۴ء	=	گلے کی شکایت تو ابھی باقی ہے مگر اب رفتہ رفتہ صحت کی طرف ترقی ہے ۔
۱۶۰ ۔	۲۹ جون ۱۹۳۴ء	=	صحت مجموعی ' بہت اچھی ہے ۔ بلکہ اس سے چار ماہ پیشتر جو صحت کی حالت تھی وہ عود کر آئی ہے البتہ آواز پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا
(نوٹ ۔	جولائی ۱۹۳۴ء	=	یکم جولائی ۱۹۳۴ء کو آپ انجمن حمایت اسلام کے صدر منتخب ہوئے)
۱۶۴ ۔	۳ ر جولائی	=	حکیم صاحب کی عنایت سے میری صحت اچھی ہو گئی ہے ۔ صرف آواز کی کسر ہے ۔۔ ممکن ہے اس ماہ کے اندر اندر انگلستان جانا پڑے ۔

(انگلستان جانے کے ضمن میں مولانا عبدالمجید سالک ' ذکر اقبال (مطبوعہ ۱۹۵۵ء) میں لکھتے ہیں ۔

" ۔ علامہ کو صحت پر اس قدر اعتماد پیدا ہو گیا کہ وہ روڈس لیکچرز

کے لئے آکسفورڈ (انگلستان) جانے کو تیار ہو گئے جس کے متعلق وہ لارڈ لوتھین سے وعدہ کر چکے تھے ---- چونکہ عمومی صحت اچھی تھی اس لئے شدید گرمیوں میں سرہند تشریف لے گئے۔ (صفحہ ۱۹۰) اس زمانے میں علامہ کو اپنی صحت کی طرف سے اس قدر اطمینان تھا کہ انہوں نے مشاغل ادبی کو از سرنو شروع کر دیا) (صفحہ ۱۹۳)

۱۷۵ ۔ ۲۳ جولائی ۱۹۳۴ء = اگر میری آواز اصلی حالت پر عود کر آئی تو میں اس بیماری کو خدا کی رحمت تصور کروں گا کیونکہ اس بیماری نے حکیم صاحب سے وہ ادویہ استعمال کرنے کا موقعہ پیدا کیا۔ جنہوں نے میری صحت پر ایسا نمایاں اثر کیا ہے کہ تمام عمر میں میری صحت ایسی اچھی نہ تھی ۔ جیسی اب ہے۔

۱۹۵ ۔ ۳ ر ستمبر ۱۹۳۴ء ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میرا بدن نئے سرے سے تعمیر ہو رہا ہے

۲۰۷ ۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء ۔ صحت خدا کے فضل سے بہت اچھی ہو گئی ہے ۔۳ سے

اکتوبر ۱۹۳۴ء ۔ حکومت نے اعلان کر دیا کہ سر فضل حسین کی جگہ سر ظفر اللہ خاں منصب سنبھالیں گے۔

اس چارٹ سے ظاہر ہے کہ چودھری صاحب کی تقرری کے اعلان سے قبل 'علامہ' بار بار اپنے معالج کے نوٹس میں یہ بات لاتے رہے کہ ان کی صحت "اچھی" ہے --- ایک موقع پر بتایا کہ ساری عمر میں میری صحت اتنی اچھی نہ تھی جتنی اب ہے۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ میرا بدن نئے سرے سے تعمیر ہو رہا ہے۔ رجسٹرار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نام اپنے خط ۳۱ ر جولائی ۱۹۳۴ء میں گلے کی تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے لکھا: ۴ سے

۱۔ I hope to well till the end of August 34.

یعنی امید ہے کہ اگست ۱۹۳۴ء کے آخر تک گلے کی تکلیف بھی رفع ہو جائے گی۔ پھر انگلستان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکچرز دینے کے عزم کا اظہار کرتے ہیں۔

راقم کی رائے میں دیکھنے والی بات صرف یہ ہے کہ کیا علامہ اس عرصہ میں اپنی صحت کے

بارہ میں مایوس ہو چکے تھے یا پرامید تھے۔ جواب ہے پرامید تھے ---- یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس عرصہ میں کوئی ایسا بیان جاری نہ فرمایا کہ اے مسلمانو! تم خواہ مخواہ میرے اور ظفر اللہ خاں کے تقرر کے بارے میں جھگڑ رہے ہو۔ میں تو بوجہ علالت اس عہدے کے قابل ہی نہیں نہ آئندہ مجھے صحت یاب ہونے کی توقع ہے۔

ان حقائق کے پیش نظر مصنف زندہ رود کا میاں امیرالدین صاحب کے ایک خط پر انحصار کر کے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ --- " علامہ تو بوجہ علالت اس قابل ہی نہ رہے تھے کہ وائسرائے کی رکنیت قبول کرتے "۵۔ نظرثانی کے لائق نظر آتا ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جوانی میں بھی علامہ کی صحت قابل رشک نہ تھی۔ آپ نے مختلف عوارض کے ہجوم میں ہی مسلمانوں کی ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ علامہ نے بیماریوں کو اس راہ میں جہاں تک آپ سے بن پڑا۔ حائل نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ مصنف زندہ رود لکھتے ہیں:۔

" ۔ اقبال کو جوانی ہی سے مختلف عوارض نے آگھیرا تھا۔ مزاج بلغمی تھا۔ تبخیر معدہ کی تکلیف رہتی۔ پھر مدت تک درد گردہ کی شکایت رہی۔ "٦

وائسرائے ہند' چوہدری سر ظفر اللہ خاں سے مصافحہ کر رہے ہیں۔

۲۔ کیا حکومت پر تنقید کی وجہ سے اقبال کے تقرر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا؟

مصنف زندہ رود کا موقف

"۔ انگریز حاکموں کو اس قسم کے تقرر (وائسرائے کونسل کی ممبری ۔ ناقل) کے وقت سب سے پہلے ایسے لوگوں کی تلاش ہوتی تھی جو ان کے اطاعت گزار اور وفادار ہوں ۔ نہ کہ ان کے نقاد ' اس لئے یہ بات پنجاب میں ہر کوئی جانتا تھا کہ وائسرائے کی کونسل کی رکنیت کے لئے اسی شخص کا تقرر ہو گا جو انگریز حاکموں کی توقعات کے مطابق سر فضل حسین کا صحیح جانشین ہو .... لیکن اقبال جیسی شخصیت جس نے کئی بار انگریزی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا' کے تقرر کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا" ۷ ؎

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ خواہش صرف انگریزی حکومت کی ہی نہیں تھی کہ اس کے عالی منصب عہدیداران جنہوں نے وزراء کی حیثیت سے وائسرائے کو مشورے دینے ہوتے تھے یا اسے گائڈ کرنا ہوتا تھا' حکومت کے اطاعت گزار ہوں بلکہ ہر جماعت' ہر ادارہ اور ادنیٰ سے ادنیٰ' انجمن بھی اس بات کی خواہاں ہوتی ہے کہ اس کے کارندے اس کے اطاعت گزار ہوں

یہ بھی واضح رہے کہ مثبت اور تعمیری نکتہ چینی کرتے ہوئے بھی آدمی' حکومت کی اطاعت کر سکتا ہے۔

خوگر حمد کے گلے کی کیفیت

اقبال' انگریز حکمرانوں کو "سایہ خدا" قرار دے چکے تھے ۔ انہیں "قصر عدل کا معمار" سمجھتے تھے ۔ آپ کو انگریزوں کے خلاف ۔ "احتجاجی سیاست" تک ناپسند تھی" ۸ ؎
احتجاجی جلوسوں یا حکومت کی پالیسیوں پر نکتہ چینی کرنے یا حکومت پر تنقید کرنے ۔ اس

کی مخالفت کرنے ۔ سول نافرمانی کرنے کی سیاست آپ کی حکمت عملی سے مطابقت نہ رکھتی تھی" ؎

ایسے خوگر حمد نے کبھی حکومت کا تھوڑا سا گلہ کر بھی دیا تو اس کی نکتہ چینی کو خاص اہمیت کا حامل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خاص طور پر ایسے ماحول میں جب ہندو' مسلمان اور سکھ عمائدین اس سے بہت بڑھ کر تنقید کرتے تھے۔

اقبال کے متعلق تو یہ شکایت تھی کہ آپ عزلت نشین اور گوشہ نشین ہیں ۔ گھر سے باہر قدم رکھنا آپ عذاب سمجھتے ہیں ۔ آپ کے اشعار میں وہ ولولہ انگیزی ہے کہ لوگ انہیں پڑھ کر جیل چلے جاتے ہیں ۔ اور آپ ویسے کے ویسے ہی گھر میں بیٹھے حقہ گڑگڑاتے رہتے ہیں" ۱۰ ؎
ان حالات میں اقبال کو ایک بہت بڑے نقاد کے روپ میں پیش کرنا پوری طرح جچتا نہیں ۔

ظفر اللہ خاں کی تنقید

ہم لکھ چکے ہیں کہ گول میز کانفرنسوں کے دوران علامہ اقبال نے مسلم حقوق کے بارے میں خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا لیکن چوہدری ظفر اللہ خاں نے انگلستان میں آزادی ہند کے سلسلہ میں مسٹر چرچل پر زبردست جرح کی ۔ پھر وطن آ کر آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے آپ نے حکومت کو متنبہ کیا کہ :۔

"اگر مسلمانوں کے حقیقی مطالبات منظور نہ کئے گئے ..... تو یہاں کوئی آئین کامیاب نہ ہو گا ۔ " ۱۱

اس قسم کی دلیرانہ تنقید کے باوجود اگر ظفر اللہ خاں کا وائسرائے کونسل میں تقرر ہو سکتا ہے تو اقبال کی تقرری میں کیا امر مانع ہو سکتا تھا ...؟

روایات اقبال یا ملفوظات اقبال میں علامہ کی اس منصب سے عدم دلچسپی کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں ملتا ۔ سر فضل حسین کے جانشین کے بارے میں مسلمانوں میں انتشار برپا تھا ۔ اخباروں میں تند و تیز بیانات شائع ہو رہے تھے ۔ علامہ خاموشی سے یہ سب منظر دیکھا کئے ۔ آپ نے اپنی عدم دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے دو سطری بیان بھی کسی اخبار میں نہ چھپوایا ۔ حالانکہ اخبار نویس اکثر و بیشتر آپ کے در دولت پر حاضر رہتے تھے ۔ آپ کی یہ خاموشی اس عالی منصب پوسٹ سے رضامندی ہی کی آئینہ دار سمجھی جا سکتی ہے نہ کہ عدم دلچسپی کی ۔

مصنف کا یہ ادعا کہ

"۔ پنجاب میں ہر کوئی جانتا تھا کہ وائسرائے کی کونسل کی رکنیت کے لئے ظفر اللہ خاں یا سر فضل حسین کے ہی کسی صحیح جانشین کا تقرر ہو گا اقبال کے تقرر کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا ۔"

بھی بے وزن دکھائی دیتا ہے ۔ کیونکہ مصنف خود فرماتے ہیں کہ

"۔ اخبارات میں اس منصب کے لئے اقبال کا نام بھی لیا جا رہا تھا" [۱۲]

ظاہر ہے ۔ اگر ہر کوئی جانتا تھا کہ اقبال کا تقرر نہیں ہو گا تو اقبال کا نام کیوں لیا جا رہا تھا ۔ راقم کی رائے میں نام لینے والوں کا یہی خیال ہو سکتا ہے کہ حکومت ' علامہ کی قابلیت اور شہرت کے پیش نظر آپ کو اس منصب پر فائز کر دے گی ۔ چنانچہ پیسہ اخبار لاہور اپنے اداریہ میں رقمطراز ہے :۔

سر فضل حسین کا جانشین ؟

" حکومت ہند کے وزیر تعلیم سر فضل حسین کی معیاد عہدہ عنقریب ختم ہونے والی ہے ..... اگر صوبہ پنجاب کا ہی خیال کر لیا جائے تو اس میں بیسیوں ایسے مسلمان مقنن موجود ہیں ۔ جو چودھری (ظفر اللہ خاں) صاحب سے بہت زیادہ شہرت و قابلیت کے مالک ہیں ۔۔ کیا علامہ اقبال ' بین الاقوامی شہرت کے مالک نہیں ہیں ؟

پیسہ اخبار لاہور ۳ اگست ۳۴ء

۔ اگر صوبہ پنجاب ہی کا خیال کیا جائے ۔ تو اس میں بیسیوں ، ایسے مسلمان مقنن موجود ہیں ۔ جو چودھری صاحب سے بہت زیادہ شہرت اور قابلیت کے مالک ہیں ۔ کیا علامہ سر اقبال بین الاقوامی شہرت کے مالک نہیں ہیں ؟ حکومت ایسی بودی یا کوتاہ عقل نہیں ہے کہ بین الاقوامی شہرت کے سینئر آدمیوں کو چھوڑ کر غیر معروف جونیئر آدمیوں کو وزیر تعلیم جیسے معزز عہدہ پر مقرر کر دے ۔

حکومت ایسی بودی یا کوتاہ عقل نہیں ہے کہ بین الاقوامی شہرت کے سینئر آدمیوں کو چھوڑ کر غیر معروف جونیئر آدمیوں کو وزیر تعلیم جیسے معزز عہدہ پر مقرر کر دے " [۱۳]

صاف ظاہر ہے ہر کوئی جو علامہ کا حامی تھا جانتا تھا کہ اس منصب پر حکومت علامہ کا ہی تقرر کرے گی ۔ علامہ یا علامہ جیسے کسی شخص کا تقرر نہ کرنا حکومت کی کوتاہ عقلی پر دلالت گردانا جا رہا تھا ۔ اس لئے یہ دعویٰ درست نظر نہیں آتا کہ " پنجاب میں ہر کوئی جانتا تھا ... کہ اقبال کا تقرر نہیں ہو گا ۔ "

علامہ کی تقرری کے ضمن میں حال ہی میں ایک روایت منظر عام پر آئی ہے ۔ وطن عزیز کے کہنہ مشق صحافی جناب م ش (محمد شفیع) کا کہنا ہے کہ

جناب م ۔ ش کی روایت

" جن دنوں میاں فضل حسین کے جانشین کے تقرر کا معاملہ زیر غور تھا ۔ لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہند نے ایک ملاقات میں علامہ کو یہ کہہ کر کہ

We will be meeting fairy often now

(اب ہم اکثر ملتے رہا کریں گے) سر فضل حسین کی جگہ ان کے تقرر کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا ۔" [۱۴]

"مظلوم اقبال " کے مصنف جناب شیخ اعجاز احمد لکھتے ہیں :۔

" زندہ رود " کے مصنف نے اپنی کتاب میں علامہ اقبال کے " ۔ اس غالی معتقد کی روایت کو ناقابل اعتماد قرار دیا ہے ۔ اس کو پڑھ کر م ۔ ش صاحب نے مجھے لکھا :۔

" ۔ ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال مصنف " زندہ رود " نے میری روایت کو ضعیف قرار دیا ہے حالانکہ میرا دعویٰ ہے کہ خدا کے فضل سے میرا حافظہ اتنا برا نہیں ۔ میں آپ کو خاص طور پر یقین دلاتا ہوں کہ میں نے جو روایت آپ کے سامنے بیان کی تھی ۔ میں نے کانوں سے حضرت علامہ اقبال ؒ کی زبان اقدس سے سنی تھی ۔ ا ۔

جناب م ۔ ش نے مزید لکھا ہے :۔

" ۔ میں نے ڈاکٹر جاوید اقبال کی خدمت میں مل کر عرض کیا تھا کہ میں اقبال کے متعلق خود ساختہ بیان کا کبھی خواب میں بھی سوچ نہیں سکتا ہوں ۔ میں نے جو کچھ ان کی زبان سے سنا تھا اسے من و عن جناب شیخ اعجاز احمد کے سامنے بیان کر دیا تھا اور ان کے ' اس بیان کو کسی شکل میں استعمال کرنے پر قدغن نہیں لگائی تھی ۔ میں اس کی صحت کا پورا پورا ذمہ دار ہوں " [۱۵]

۳۔ کیا علامہ انگریزوں کی ملازمت کرنے کے لئے تیار نہ تھے؟

" زندہ رود " کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ کو انگریزوں کی ملازمت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ آپ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مصنف لکھتے ہیں:۔

مصنف زندہ رود کا موقف

"۔ اقبال کی زندگی کا سرسری مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی انگریزوں کی ملازمت کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انگلستان سے واپس آکر گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے پروفیسر مقرر ہوئے لیکن کچھ مدت کے بعد ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۶۔ علی بخش (علامہ کے ملازم) نے پوچھا۔ نوکری کیوں چھوڑ دی۔ جواب دیا۔

"۔ علی بخش! میرے دل میں کچھ باتیں ہیں، جنہیں میں لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ مگر انگریز کا نوکر رہ کر انہیں کھلم کھلا نہیں کہہ سکتا۔ اب میں بالکل آزاد ہوں۔ جو جی چاہے کروں، جو جی چاہے کہوں ۔۱۷

"۔ اس حالت میں (احمدیوں کا) یہ کہنا کہ اقبال وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی رکنیت کے امیدوار تھے یا اس منصب پر تقرری کے خواب دیکھ رہے تھے اور جب ان کی بجائے یہ منصب وزیر ہند نے سر ظفر اللہ خاں کو سونپ دیا تو اقبال 'انتقاماً' احمدیت کی مخالفت میں بیانات جاری کرنے لگے 'اصل حقائق سے بے خبری ہے یا انہیں تعصب کی عینک سے دیکھنے والوں کی آنکھ سے دیکھنا ہے۔۱۸

ملازمت کا چارٹ

راقم عرض کرتا ہے کہ مذکورہ بالا تحریر میں مصنف نے اقبال کی تقرری بحیثیت "پروفیسر فلسفہ" ذکر کرنے پر ہی اکتفا کی ہے۔ اس سے غالباً یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے زندگی میں صرف ایک مرتبہ انگریز کی ملازمت کی۔ زیادہ بہتر تھا اگر سلسلہ میں علامہ کی درج ذیل ملازمتوں کا تذکرہ بھی کر دیا جاتا۔

تاریخیں تقرر

- ۱۳ر مئی ۱۸۹۹ء۔ تقرر بحیثیت میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر
یہ اسامی تین سال کے لئے مشتہر ہوا کرتی تھی۔۱۹
- ۲۸ر اپریل ۱۸۹۹ تا ۲۳ نومبر ۱۸۹۹ء۔ پروفیسر آرنلڈ کی عارضی جگہ پر تقرر۔ گورنمنٹ کالج لاہور ۲۰
- ۴ر جنوری ۱۹۰۱ء تا ۳۱ جنوری ۱۹۰۱ء۔ لالہ جیا رام کی جگہ بطور اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ (۲۱)
- ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء سے۔ اسسٹنٹ پروفیسر انگلش۔ گورنمنٹ کالج۔ لاہور ۲۲
- کیم اپریل ۱۹۰۳ تا ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء۔ اورنٹیل کالج لاہور میں ملازمت ۲۳
- ۳ر جون ۱۹۰۳ء سے اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی ۲۴۔
- کیم اکتوبر ۱۹۰۵ء سے آپ نے تین سال کے لئے رخصت حاصل کرلی اور ستمبر میں یورپ روانہ ہو گئے۔
- نومبر ۱۹۰۷ء (عرصہ قیام یورپ) پروفیسر آرنلڈ کے مصر جانے پر ان کی جگہ آپ کا عارضی تقرر ۲۵۔
- ۱۲ر اکتوبر ۱۹۰۹ء کو مسٹر جیمز کے انتقال پر بحیثیت پروفیسر فلسفہ۔ مدت ملازمت ایک سال۔ دو ماہ۔ بیس دن

۱۹۱۷ء میں علامہ کو معلوم ہوا کہ حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کے لئے ان کا نام بھی پیش ہوا ہے۔ تو آپ نے اپنے تئیں اس ملازمت کا مستحق ثابت کرنے کے لئے پورا زور صرف کیا۔

- ۱۹ر فروری ۱۹۱۷ء بنام گرامی صاحب لکھتے ہیں:۔

"۔ حیدر آباد کی ججی پر میرے تقرر کے لئے اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حیدری صاحب کو لکھنے سے فائدہ کی توقع ہے تو ضرور لکھئے بلکہ جہاں کہیں آپ کے خیال میں ضروری ہو۔ لکھ ڈالئے۔ اس خط کو چاک کر ڈالئے ۔۲۶

- ۱۵ر اپریل ۱۹۱۷ء۔ سر کشن پرشاد حیدر آباد کے نام لکھا:۔

" میں نے اس فن (فلسفہ وغیرہ) میں ہندوستان اور یورپ کے اعلیٰ ترین امتحان کیمبرج (انگلستان) میونخ (جرمنی) یونیورسٹیوں سے پاس کئے ہیں۔۲۷

- ۱۴؍ اگست ۱۹۱۷ء کو شاد صاحب حیدر آباد کے نام ہی ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔

"اگر حیدر آباد میں میر مجلس عدالت العالیہ (یعنی جج) کی اسامی خالی ہے ..... تو میں اسے قانون کی پروفیسری اور پرائیویٹ پریکٹس پر ترجیح دوں گا۔ آپ حیدری صاحب ..... کی توجہ اس طرف دلائیں۔ بندہ درگاہ۔ اقبال ۲۸ ؎

- جناب عبدالسلام ندوی "اقبال کامل" میں لکھتے ہیں۔ "حیدر آباد کی ہائی کورٹ کی ججی کی طرف بے شبہ اقبال کا شدید میلان پایا جاتا تھا۔ ۲۹ ؎
- ۱۹۱۸ء میں علامہ کی اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر بیگ کی جگہ عارضی ملازمت ۳۰ ؎
- ۱۹۲۵ء میں علامہ نے کشمیر میں ملازمت اختیار کرنے کا ارادہ کیا اور ایک انگریز افسر مسٹر تھامپسن کو لکھا:۔

"میں آپ کو یہ خط ایک ایسے معاملہ کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ جس کا فوری تعلق میری اپنی ذات سے ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ ایسے وقت میں میری مدد کریں گے۔ جبکہ مجھے اس کی سخت ضرورت ہے ..... مجھے یقین ہے کہ آپ کے قلم کی ایک جنبش مجھے ان تمام مشکلات ۳۱؎ سے نجات دلا سکتی ہے۔ اس وجہ سے آپ کی فیاضی اور ہمدردی پر یقین رکھتے ہوئے میں آپ کی سرپرستی کا خواہاں ہوں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ مجھے کشمیر کی اسٹیٹ کونسل میں کوئی جگہ دلوا سکیں؟ ..... اگر آپ مجھے تھوڑا سا سہارا دے سکیں تو یہ میرے لئے روحانی اور مادی طور پر ایک بہت بڑی نعمت ثابت ہوگی اور میں آپ کے لطف و کرم کا ہمیشہ ممنون رہوں گا۔ ۳۲؎

ظاہر ہے۔ مصنف زندہ رود کا علامہ کی صرف ایک دفعہ گورنمنٹ کالج میں تقرری کا حوالہ دے کر کسی نتیجہ پر پہنچنا معاملہ کا نامکمل احاطہ ہے۔

علامہ کی تین بیویاں تھیں۔ دو جوان بچے تھے۔ رہن سہن کا مناسب معیار قائم رکھنا بھی ضروری تھا۔ علامہ کی معاشی تنگی کا نقشہ کھینچتے ہوئے مصنف زندہ رود خود ہی فرماتے ہیں:۔

معاشی تنگی کا نقشہ

"۔ راقم کی یادداشت کے مطابق انہی ایام میں ایک مرتبہ اقبال اور سردار بیگم (علامہ کی اہلیہ محترمہ۔ ناقل) کا آپس میں خرچ کے معاملہ میں جھگڑا بھی ہوا۔ شام کا وقت تھا۔ راقم

اقبال کے کمرہ میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ سردار بیگم رو رہی ہیں اور ان سے تلخ لہجہ میں کہہ رہی ہیں کہ میں اس گھر میں سارا دن غلاموں کی طرح کام کرتی ہوں۔ لیکن ایسا کب تک چلے گا۔ راقم کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ ملی۔ بہرحال سردار بیگم کے مطالبات جائز تھے۔ وہ چاہتی تھیں کہ اقبال یا تو کوئی ملازمت حاصل کریں یا دلجمعی کے ساتھ وکالت کریں۔ تاکہ مستقل آمدنی کی کوئی صورت پیدا ہو۔" ۳۳ ؎

اپنی قلیل آمدنی اور کثیر اخراجات کے باعث اقبال ازحد پریشان تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کی گھریلو زندگی بے سکون رہنے لگی۔ معلوم ہوتا ہے تنگ دستی کے ہاتھوں اب آپ بے حال ہو چکے تھے۔

--- وہ اقبال جو ضرورت کے تحت کشمیر کونسل کی معمولی ملازمت کے لئے ایک انگریز کی سفارش اور اس کی نگہ کرم کے لئے ملتجی ہو چکے تھے اور انگریزی حکومت کی کئی بار ملازمتیں بھی کر چکے تھے۔ برصغیر پاک و ہند کی وائسرائے کونسل کی رکنیت کے اعلیٰ اور معزز ترین منصب کو شدید مالی آلام و مصائب کی محصوری میں کیونکر ٹھکرا سکتے تھے؟ مگر شومئی قسمت کہ یہ منصب مل نہ سکا۔

یہی وہ دور تھا جس میں علامہ کسی صاحب ثروت نواب کی طرف سے امداد کے خواہاں تھے

نواب صاحب بھوپال اپنی سخاوت اور علم دوستی میں قابل رشک مقام کے حامل تھے۔ اقبال نے سوچا انہی کے در پر قسمت آزمائی کی جائے۔ سر راس مسعود کی کوششوں سے یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

اقبال کو جب نواب صاحب کی طرف سے منظوری ء پنشن کی اطلاع ملی تو آپ نے سر راس مسعود کو لکھا:۔

۳۰؍ مئی ۱۹۳۵ء

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ میں کس زبان سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کروں انہوں نے ایسے وقت میں میری دستگیری فرمائی جب کہ میں چاروں طرف سے "آلام و مصائب میں محصور" تھا۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر و دولت میں ترقی دے"

وائسرائے کونسل کی ممبری کی اہمیت

جس امر کی طرف ہم قارئین کرام کی توجہ خاص طور پر مبذول کرانا چاہتے ہیں ، وہ یہ ہے کہ " وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی ممبری " اور " انگریز کی ملازمت " میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ اس لئے اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اقبال " کسی صورت میں بھی انگریزوں کی ملازمت کرنے کے لئے تیار نہ تھے ۔ " تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ آپ وائسرائے کی ایگزیکٹو ممبری جو انگلستان کی وزارت کے ہم پلہ تھی پر فائز ہونے کو بھی بہ نظر حقارت دیکھتے تھے ۔

یہ ممبری کیا تھی ؟ یہ تھی :۔

☆ ۔۔۔ برصغیر میں حکمرانی بلکہ اصلی حکمرانی ۔ یا وائسرائے کا دست و بازو بننا۔

☆ ۔۔۔ مسلمانان برصغیر کی خدمت ، بہتری اور بہبودی کے لئے وسیع اختیارات کا حامل ہونا ۔

☆ ۔۔۔ مسلمانان برصغیر کے مفاد کے سلسلے میں اپنے خاص شعبہ میں سیاہ و سپید کا مالک ہونا ۔

☆ ۔۔۔ مسلمانان برصغیر کی مخالفت میں کئے جانے والے اقدامات کی روک تھام کے لئے موثر عملی کاروائی کے مواقع حاصل ہونا۔

مصنف زندہ رود نے علامہ کے اس تقرر کے لئے " انگریز کا نوکر " (ص ۴۰۳) کے الفاظ استعمال کر کے اس منصب کی عظمت و اہمیت گرا کر اپنے موقف کو مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے ۔ مصنف کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم پیسہ اخبار کا ایک اداریہ پیش کرتے ہیں جس میں " نوکر " کی حیثیت کے تاثر کی نفی ہوتی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وائسرائے کی کونسل کے رکن ہی دراصل ہندوستان کے پوشیدہ مگر اصلی حکمران ہیں ۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے :

ہندوستان کے اصلی حکمران

" ہندوستان کے بہت سے لوگ گورنمنٹ آف انڈیا کی کنسٹی ٹیوشن سے بالکل ناواقف ہیں ۔ اکثر لوگ گورنمنٹ آف انڈیا کا مترادف محض " حضور وائسرائے " کو سمجھتے ہیں جو بالکل غلط خیال ہے ۔ گو گورنمنٹ آف انڈیا کے ہیڈ یا افسر اعلیٰ " حضور وائسرائے " ضرور ہیں ۔

حضور وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا نام " گورنمنٹ آف انڈیا " ہے ۔ اس ایگزیکٹو کونسل کے ہر ایک ممبر کو اپنے خاص سررشتہ میں نہایت وسیع اختیارات حاصل ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمام عملی اغراض کیلئے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر انگلستان کی مجلس وزارت کے وزیر کے برابر حیثیت اور اختیار رکھتا ہے اور ممبر کونسل اپنے خاص سررشتہ میں تو وائسرائے کی مانند نہایت عظیم اختیارات رکھتا بلکہ سیاہ و سفید کا مالک ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایگزیکٹو کونسل میں ہندوستان کے عام امور پر اثر ڈالنے کے لئے اس کو بڑے موقعے حاصل رہتے ہیں ۔ " (اداریہ پیسہ اخبار ۱۶ مئی ۱۹۱۵ء)

علامہ کا احساس محرومی

۱۹۳۵ء میں احمدیت کے خلاف علامہ کے بیانات میں جو شدت پیدا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ علامہ کی جگہ سر ظفر اللہ خاں کا وائسرائے کونسل میں تقرر ہو گیا ۔ علامہ کی عمومی صحت ایسی اچھی ہو چکی تھی کہ بقول ان کے ساری عمر میں یہ کیفیت پیدا نہ ہوئی تھی ۔ آواز کے صحیح ہو جانے کے بارے میں بھی آپ پر امید تھے ۔ کیونکہ لیکچرز دینے کے لئے انگلستان جانے کا عزم بھی رکھتے تھے ۔۔۔ ادھر شدید مالی پریشانی لاحق تھی ۔ گھریلو سکون برباد تھا ۔ علامہ معاشی بدحالی سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے ۔ آپ ملی خدمات کی بھی بے انتہا تڑپ رکھتے تھے ۔

یقین ہے کہ اگر علامہ کو وائسرائے کونسل میں رکنیت مل جاتی تو اگر صحت میں تھوڑی سی کسر تھی تو وہ بھی دور ہو جاتی ۔ لامحدود اختیارات اور اپنے شعبہ کے سیاہ و سفید کا مالک ہونے کی وجہ سے مسلمانان برصغیر کی بھرپور خدمت کی سعادت سے آپ وافر حصہ پاتے ۔ معاشی تنگی بھی دور ہو جاتی ۔ گھریلو حالات بھی پرسکون ہو جاتے ۔ کسی نواب کے آگے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت بھی نہ رہتی ۔ مگر اس منصب پر عدم تقرر کے باعث یہ سب خواب ادھورے رہ گئے ۔ اس پر ایک انسان ہونے کے ناطے سے اگر علامہ کو محرومی کا احساس ا ہوا تو یہ کوئی غیر طبعی بات نہیں کہ اسے تسلیم کرنے سے کلیتہً انکار کر دیا جائے ۔

ان حقائق کے پیش نظر مصنف " مظلوم اقبال " کا نکتہ نگاہ زیادہ حقیقت پسندانہ معلوم ہوتا ہے ۔

۔ حواشی ۔

۱۔ ص ۱۸۴

۲۔ ص ۵۹۸

۳۔ جناب نذیر نیازی لکھتے ہیں :۔

" ۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۴ء کو جب علامہ ' علی گڑھ جاتے ہوئے دہلی سے گزرے اور میں سٹیشن پر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی صحت کہیں سے کہیں پہنچ چکی تھی ۔ واپسی پر انہوں نے حکیم صاحب سے ملاقات فرمائی ۔ انہوں نے نبض دیکھ کر ہر طرح سے اطمینان کا اظہار کیا اور معمولی پرہیز اور دوائیں جاری رکھنے کی ہدایت کی ۔

(رسالہ سہ ماہی اردو " اقبال نمبر " اکتوبر ۱۹۳۸ء ص ۱۰۳۸ ۔ انجمن ترقی اردو ۔ نئی دہلی ۔ ایڈیٹر ۔ مولوی عبدالحق)

۴۔ لیٹرز آف اقبال ۔ بی اے ڈار ص ۲۲۵

۵۔ زندہ رود ص ۵۹۸

۶۔ ایضاً ص ۵۳۷

۷۔ زندہ رود ص ۵۹۸

۸۔ ایضاً ص ۳۹۹

۹۔ ایضاً ص ۴۱۱

۱۰۔ ایضاً ص ۴۱۱

۱۱۔ اخبار الخلیل یکم جنوری ۱۹۳۲ء

۱۲۔ زندہ رود ص ۵۹۸

۱۳۔ پیسہ اخبار ۳ ر اگست ۱۹۳۴ء ص ۱۱

۱۴۔ مظلوم اقبال ص ۲۰۷

۱۵۔ ایضاً ص ۲۰۷

۱۶۔ ص ۔ ۴۰۲

۱۷۔ ص ۔ ۴۰۳ و ذکر اقبال ص ۶۶

۱۸۔ ص ۵۹۹

۱۹۔ اقبال ایک تحقیقی مطالعہ ص 55

۲۰۔ ایضاً ص ۵۷

۲۱۔ ایضاً ص ۵۹

۲۲۔ ایضاً ص ۵۹

۲۳۔ ایضاً ص ۶۴

۲۴۔ ایضاً ص ۶۴

۲۵۔ ایضاً ص ۶۸

۲۶۔ ایضاً ص ۵۶۸

۲۷۔ ایضاً ص ۷۵

۲۸۔ ایضاً ص ۸۱

۲۹۔ ایضاً ص ۹۳

۳۰۔ ایضاً ص ۸۳

نوٹ : ا ۔ مصنف " ذکر اقبال " (مولانا سالک) کا یہ ارشاد کہ علامہ نے کالج سے خود استعفیٰ دے دیا ۔ درست معلوم نہیں ہوتا ۔ کیونکہ علامہ کی یہ ملازمت عارضی تھی جو مسٹر سانڈرز کے ملازمت پر آ جانے سے ازخود ختم ہو گئی ۔ پھر ایک سال دو ماہ اور بیس دن کی ملازمت کرنے کی وجہ یہ نہیں ہو سکتی کہ علامہ جو کچھ کہنا چاہیں ' کہہ سکیں کیونکہ ۱۹۱۷ء میں وہ دوبارہ ملازمت کے بندھن میں گرفتار ہونے کی خواہش کرتے ہیں اور یہ بھی کہ جج کے لئے پروفیسر کی نسبت اظہار خیال پر زیادہ پابندی ہوتی ہے ۔

ب ۔ یہ درست ہے کہ اقبال نے ریاست الور کی ملازمت نہ کی ۔ مگر اس کی وجہ اقبال نے خود بتائی ہے کہ تنخواہ قلیل تھی ۔ (روزگار فقیر حصہ اول ص ۔ ۵۱ ۔ نیز دیکھئے مکتوب علامہ بنام شاد ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۱۳ء کلیات مکاتیب اقبال دہلی ص ۲۶۰)

۳۱۔ ۱۹۲۵ء کا سال واقعتاً علامہ کے لئے پریشانی کا سال تھا ۔ اس سال آپ پر کفر کا فتویٰ لگا ۔ نیز آپ سر شادی لال کے تعصب کا نشانہ بنے (زندہ رود ص ۴۰۳)

۳۲۔ ص ۴۰۳ (زندہ رود)

- علامہ اقبال کا خط (بنام پرائیویٹ سیکرٹری) حضرت امام جماعت احمدیہ

(چربہ خط ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ۱۵ ستمبر ۱۹۳۰ء)

....چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس واسطے
آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے

باقی رہا بورڈ کا معاملہ سو یہ خیال بھی نہایت عمدہ ہے۔ میں اس کی ممبری کے لئے حاضر
ہوں۔ صدارت کے لئے کوئی زیادہ مستعد اور مجھ سے کم عمر کا آدمی ہو تو زیادہ موزوں ہو گا۔

لیکن اگر اس بورڈ کا منعقد [illegible] ہو تو [illegible] اس کے سامنے [illegible] جائے۔
[illegible]
[illegible]

مخلص محمد اقبال

چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے۔

باقی رہا ۱ بورڈ کا معاملہ سو یہ خیال بھی نہایت عمدہ ہے میں اس کی ممبری کے لئے حاضر ہوں۔ صدارت کے لئے کوئی زیادہ مستعد اور مجھ سے کم عمر کا آدمی ہو تو زیادہ موزوں ہو گا۔

۱۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ان دنوں ملک میں اسلامی مفادات کے تحفظ کے لئے ایک مسلم بورڈ کی تجویز پر غور فرما رہے تھے۔ یہ اسی تجویز کی طرف اشارہ ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۶ ص ۴۶۵)

یہ خط مکاتیب اقبال کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں۔

کیا ظفر اللہ خاں کے ذریعے

مسلم لیگ کو موت کے گھاٹ اتارنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا؟

جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں :-

"- سر محمد شفیع کی وائسرائے کونسل میں مصروفیات اور بعد میں ان کی علالت اور بے وقت موت نے لیگ کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔ اس مرحلہ پر سر فضل حسین اور ان کے حامیوں نے فیصلہ کیا کہ "لیگ" کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے "مسلم کانفرنس" کے لئے میدان صاف کیا جائے۔ پس دہلی میں لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۶ - ۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو انہوں نے اپنا وار کیا --- پہلے تو اجلاس کی صدارت کے لئے سر فضل حسین نے سر ظفر اللہ خاں کو منتخب کروایا اور پھر انہیں "لیگ کا صدر" بنوا دیا۔ لیگ کی صدارت کے لئے سر ظفر اللہ خاں کے انتخاب کے خلاف، مسلمانان دہلی نے شدید احتجاج اور مظاہرہ کیا کیونکہ وہ انہیں مسلمان نہیں سمجھتے تھے...

اجلاس میں صرف چند ارکان شامل ہوئے۔ لیگ کو آل انڈیا مسلم کانفرنس میں ضم کر کے ایک نئی تنظیم قائم کرنے کی خاطر سر ظفر اللہ خاں کی زیر صدارت ایک کمیٹی تشکیل دی گئی .... بہرحال بعض اصحاب کی رخنہ اندازی کے سبب کمیٹی کوئی نئی سیاسی تنظیم قائم نہ کر سکی اور اس کے اجلاس ملتوی ہوتے رہے پھر حالات نے بھی مدد کی --- جون ۱۹۳۲ء میں سر ظفر اللہ خاں، وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن بنا دیئے گئے۔ پس وہ لیگ کی صدارت سے مستعفی ہوئے اور یوں مسلم لیگ ان کے ہاتھوں اپنی موت سے بچ گئی" (صفحہ ۵۹۱)

"- بقول سید شمس الحق ۱۹۳۱ء میں جب سر ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کا صدر بنایا گیا تو دہلی کے مسلمانوں نے شدید احتجاج اور مظاہرہ کیا کیونکہ وہ سر ظفر اللہ خاں کو "احمدی" ہونے کی وجہ سے "غیر مسلم" سمجھتے تھے۔" (صفحہ ۵۸۴)

"۔ دسمبر ۱۹۳۱ء میں .... لیگ کو آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں مدغم کر کے کسی نئی سیاسی تنظیم کی شکل میں قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ۔ لیکن خوش قسمتی سے سر ظفر اللہ خاں ، جون ۱۹۳۲ء میں وائسرائے کی کونسل میں شامل کر لئے گئے اور انہوں نے لیگ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا ۔ یوں لیگ اپنی موت سے بچ گئی ۔ " (صفحہ ۳۴۱)

از ص ۸۴

یعنی حب الوطنی ' ایمان کا جزو لازم ہے ۔ دوسرے لفظوں میں کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس میں حب الوطنی کا جذبہ نہ پایا جاتا ہوں ۔ (ص ۲۰۰)

In this connection my learned friend should remember

a very short saying of the Holy Prophet حب الوطن من الایمان

If you have not patriotism ' your faith is not complete (P.200)

(The Punjab Legiilative Council Debates : Dated 20th Sep : 1929)

مگر علامہ اقبال نے بعد میں پنڈت نہرو کی خدمت میں لکھ بھیجا :-

"۔ مائی ڈیئر نہرو ! احمدی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں (زندہ رود ص ۵۵۴)

علامہ کی حقائق سے اس درجہ پہلو تہی راقم کے نزدیک شاید کسی دباؤ کے زیر اثر ہی ہو گی ۔

گو علامہ نے پنڈت نہرو کے مضمون کا جواب لکھا مگر مصنف زندہ رود کی تحقیق کے مطابق اقبال :-

"-- نہرو خاندان بالخصوص پنڈت جواہر لال نہرو سے تو واقعی محبت کرتے تھے ۔ راقم نے اپنی آنکھوں سے انہیں پنڈت جی سے شفقت کا اظہار کرتے دیکھا ہے " (زندہ رود ص ۴۰۸)

راقم کی رائے میں کسی غیر مسلم کی وسیع النظری اور آزاد خیالی کی وجہ سے اس سے قریبی مراسم محل نظر نہیں ۔ مگر مصنف کو احمدیوں پر یا چودھری ظفر اللہ خاں پر اعتراض کرتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے تھا کہ مسلم حقوق کی پاسبانی کی وجہ سے پنڈت نہرو ' ظفر اللہ خاں سے کس درجہ شاکی تھے ۔ (مثال کے طور پر دیکھئے کتاب ھذا کے صفحہ نمبر ۴۸۰ کی آخری سطور از قلم چیف جسٹس حکومت آزاد کشمیر)

انتخاب صدر ۔

راقم عرض کرتا ہے کہ لیگ کی صدارت کے لئے چودھری محمد ظفر اللہ خاں کا انتخاب کسی مختلف باڈی نے نہیں کیا تھا بلکہ جس لیگ کونسل کے عہدیداروں نے ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کا انتخاب کیا ۔ اسی باڈی نے ۱۹۳۱ء میں چودھری صاحب کو صدارت کے لئے درخواست کی ۔ یہ سوچ صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ جو کونسل ۱۹۳۰ء میں لیگ کی محافظ تھی وہ ۱۹۳۱ء میں اس کی قاتل بن چکی تھی ۔

مصنف زندہ رود کے مطابق لیگ کے اجلاس دہلی (صدارت چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں) کے موقع پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا (صفحہ ۵۸۴) آیئے دیکھتے ہیں ۔ کہ اس شدید احتجاج کے محرکات کیا تھے ؟ اور یہ احتجاج کرنے والے کس قماش کے لوگ تھے ؟

احتجاج کے محرکات

واضح رہے کہ گول میز کانفرنس کے مسلمان نمائندوں نے مسلمانوں کے حقوق اور مفاد کے متعلق گول میز کانفرنس لندن کے اندر اور باہر جس قابل تعریف اتحاد اور اتفاق کا ثبوت دیا --- جس ہوشمندی اور معاملہ فہمی سے گاندھی جی کی تمام چالبازیوں کو ناکام کیا --- جس خوبی اور عمدگی سے گورنمنٹ برطانیہ کے ذمہ دار ارکان اور عام پبلک پر مسلمانوں کے حقوق کی اہمیت اور معقولیت ثابت کی ۔ وہ ان لوگوں کے خرمن ہوش و قرار پر بجلی بن کر گری جو ہندوستان میں " ہندو راج " قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اپنے غلام بنائے رکھنا چاہتے تھے ۔

--- مسلمان نمائندوں کے اتحاد و اتفاق کے مقابلہ میں انہیں منہ کی کھانی پڑی اور ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا ۔ آخر ان تفرقہ پرداز لوگوں کو جو بات انگلستان میں حاصل نہ ہو سکی اس کے لئے انہوں نے ہندوستان میں جدوجہد شروع کر دی اور مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو اپنی قوم سے غداری کر کے ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے اور

جو اپنی قوم کے مفاد اور حقوق کو ہندوؤں کی رضا جوئی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے میں
پیش پیش تھے ان کو اپنا آلہ کار بنا کر فتنہ انگیزی شروع کر دی۔
اس کے لئے سب سے پہلا موقع انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس (۱۹۳۱ء)
کا منتخب کیا۔ جس کی صدارت کے لئے مسلم لیگ کے ذمہ دار ارکان نے جناب چودھری
سر محمد ظفر اللہ خاں بیرسٹرایٹ لاء کو ان کی سیاسی اور قومی خدمات کی وجہ سے منتخب کیا تھا
۔ جناب چوہدری صاحب نے جس قابلیت اور عمدگی کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کی گول
میز کانفرنس میں نمائندگی کی۔ اس کی قوت اور زور کا اعتراف ان کے مدمقابل نمائندوں کو
بھی کرنا پڑا اور چونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں زیادہ تر انہی امور پر غور و فکر کیا
جانا تھا۔ جو گول میز کانفرنس کے مباحث کے سلسلہ میں پیش ہوئے اور جو مسلمانوں کی
آئندہ سیاسی زندگی کے لئے بطور روح سمجھے جاتے تھے اس لئے جناب چودھری صاحب
موصوف کے صدر منتخب کئے جانے پر کانگریسیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی اور
انہوں نے اجلاس لیگ کو ناکام بنانے کے لئے ریشہ دوانیاں شروع کر دیں ---- لیکن
چونکہ وہ خود سامنے آ کر مخالفت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی اس
سیاسی انجمن کو کمزور کرنے کے لئے ان لوگوں کو آگے کر دیا جنہیں سالہا سال سے وہ محض
اس لئے پال رہے تھے کہ جب بھی مسلمانوں کی کوئی متحدہ آواز بلند ہونے لگے وہ جہلا و
عاقبت نااندیش لوگوں میں اس کے خلاف شور و شر پیدا کر دیں۔ تا ان کے پیٹ بھرنے
والے ہندو کہہ سکیں کہ یہ سب کچھ تو مسلمانوں کی طرف سے ہی کیا جا رہا ہے۔ اس کے تو
خود مسلمان ہی مخالف ہیں۔ پھر ان مطالبات کو کس طرح مسلمانوں کے مطالبات سمجھا جا
سکتا ہے۔ا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسا کہا جائے کہ قائداعظم، کافراعظم
تھے اور اس امر پر پردہ ڈال دیا جائے کہ یہ پروپیگنڈا کرنے والے علماء سو، کانگریس کے
ہمنوا "احراری مولوی" تھے۔

واضح رہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کسی خاص فرقہ کے مسلمانوں کی انجمن نہیں بلکہ ہر
فرقہ کے مسلمانوں کی سیاسی لحاظ سے نمائندہ ہے۔ لیگ کے صدر سر شفیع حنفی تھے تو سر
علی امام شیعہ، اس کے ایک صدر ہز ہائی نس سر آغا خاں تھے جو اسمٰعیلی فرقہ کے مذہبی

پیشوا تھے۔ جن کے عقائد عام مسلمانوں سے بالکل جداگانہ تھے --- پھر اقبال کے نزدیک تو
۱۹۳۵ء سے قبل، احمدی، مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ تھے (زندہ رود صفحہ ۵۷۸) ---
مصنف زندہ رود کو چاہئے تھا کہ کم ازکم اس دور کے احرار پروپیگنڈا کی پشت پناہی کرنے کی
بجائے اس کی مذمت کرتے۔ اس دور میں ان کی تائید کرنا، ایک طرف اس تعصب کا مظہر
ہے جو مصنف کے دل میں "احمدیت" کے متعلق پایا جاتا ہے اور دوسری طرف یہ رجحان،
اقبال کے اس زمانہ کے نظریات سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جب مسلم لیگ کے سیکرٹری، آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس
کی صدارت کے لئے چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں کی منظوری حاصل کرنے میں کامیاب ہو
گئے تو جمعیتہ العلماء ہند (جو کانگریس کی ہمنوا تھی۔ زندہ رود صفحہ ۵۸۹) کے آنریری
سیکرٹری مولوی احمد سعید صاحب نے اپنی فطری تنگدلی اور احمدیت سے اپنے بغض کا مظاہرہ
کرتے ہوئے، لیگ کے سیکرٹری کو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں چودھری صاحب کی
صدارت کی مخالفت کی گئی تھی۔ حالانکہ جس طرح سالہا سال سے احمدی، غیر احمدی
لیڈروں کی قیادت میں کام کرتے رہے اگر ایک امر میں اتفاقاً "احمدی صدر" ہو جائے تو
غیر احمدی بھی اس کی قیادت میں کام کر سکتے تھے۔ بہرحال اس مکتوب کے موصول ہونے پر
معاملہ، آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے روبرو پیش ہوا تو عاملہ نے حسب ذیل قرار داد
پاس کی:۔

مسلم لیگ عاملہ کی قرار داد

"۔ اس مجلس کی رائے میں سر محمد یعقوب آنریری سیکرٹری مسلم لیگ کے نام مولانا
احمد سعید کا مکتوب اور مدیر الجمعیتہ کا تبصرہ قابل افسوس ہے۔ یہ مجلس ان دونوں کو مفاد قوم
اور استحکام ملت کے لئے خطرناک تصور کرتی ہے۔ کیونکہ اس کی رائے میں مولوی احمد
سعید کا مکتوب درپردہ اس کوشش کا نتیجہ ہے جس کا مقصد لیگ کے "اجلاس دہلی" کا ناکام
بنانا ہے۔"۲۔

مصنف "زندہ رود" نے یہ تو لکھ دیا کہ --- "لیگ کی صدارت کے لئے سر ظفر اللہ
خاں کے انتخاب کے خلاف مسلمانان دہلی نے احمدیوں کو غیر مسلم ا۔ سمجھنے کی وجہ سے

شدید احتجاج کیا ۔۔۔ " مگر یہ بتانے سے گریز کیا کہ یہ مسلمان تھے کون ؟ کانگریس کے ساتھ کس حد تک ان کا چولی دامن کا ساتھ تھا ؟ ۔۔۔ مسلم لیگ کے ذمہ دار حلقوں نے ان کے متعلق کس نوعیت کے ریمارکس پاس کئے تھے ! اس پروپیگنڈا کے پیچھے کس کا ہاتھ کام کر رہا تھا ؟ ۔۔۔

ہم یہاں لیگ کے معزز جنرل سیکرٹری سر محمد یعقوب کے دو اور بیانات اختصاراً درج کرتے ہیں ۔ جن میں مندرجہ بالا سب سوالوں کا جواب موجود ہے ۔

لیگ کے جنرل سیکرٹری کا تبصرہ

لیگ کے جنرل سیکرٹری اپنے بیان میں فرماتے ہیں :۔

" دہلی کے غیر تعلیم یافتہ طبقہ میں چودھری ظفر اللہ خاں کی صدارت کے خلاف جو شرارت پھیلائی گئی وہ ان کانگریسی پٹھوؤں کی تیار کردہ تھی جو پس پردہ اس قسم کے کام کیا کرتے ہیں اور جن کا دماغی توازن اس وجہ سے اور بھی متزلزل ہو گیا تھا کہ گول میز کانفرنس میں مسلم مندوبین کی یگانگت و اتحاد نے کانگریسی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور حاسد سخت پریشان ہو رہے تھے کہ اب کیا کریں ۔ ناواقف طبقہ کی اس شورش کے باوجود میں دیکھتا ہوں کہ دہلی کے مسلمانوں کا تعلیم یافتہ سمجھدار اور معاملہ فہم طبقہ ہمارے ساتھ ہے ۔۳۲ ۔

ایک اور اخباری بیان میں آپ نے علامہ اقبال کے درج ذیل شعر کو اپنے تبصرہ کا عنوان بنایا :

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز ۔ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

" مذہب کے نام پر احراریوں اور ملانوں کی طرف سے علم بغاوت بلند کرنے کو جنرل سیکرٹری نے " ۔ سب سے زیادہ باعث شرم اور قابل نفرت ۔ " کہا اور اسے " غنڈوں کی سفیہانہ حرکات ۔ " قرار دیا ۔ نیز لکھا کہ ۔ "اگر لیگ اس موقعہ پر خاموش رہتی تو وہ آئندہ کبھی مسلمانوں کی نیابت کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی " (گویا اپنی موت آپ مرجاتی ۔ ناقل)

آپ نے فرمایا ۔۔ " یہ امر قابل اطمینان اور باعث مسرت ہے کہ دہلی کے مسلم اکابر اور ممتاز علماء میں سے کسی نے لیگ کی مخالفت میں کوئی حصہ نہیں لیا ۔ بہرحال خدا نے

اس مخالفت کی وجہ سے ' لیگ کی قوت عمل میں ۔ " ایک نئی روح " پیدا کر دی ۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آئندہ کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے ۔ اور اسلام کے دشمن جو اسلام کی مخالفت خود مسلمانوں کے ہاتھ سے کراتے ہیں ۔ اس کا کس طرح سدباب کیا جائے ۔ یہ مسلم لیگ کا مسئلہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی قومی عصبیت کا مسئلہ ہے ۔ [۳۳]

متفرق جماعتوں کو یکجا کر کے مسلمانوں کی ایک موثر تنظیم کا قیام ضروری تھا ۔ اس ضمن میں جو نیک اور مبارک اقدامات چودھری ظفر اللہ خاں کی صدارت کے دور میں اٹھائے گئے ۔ ان کی کچھ تفصیل آج بھی مسلم لیگ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے ۔ ملاحظہ ہو :

لیگ کا ریزولیوشن

قرار داد نمبر ۱۱

ازاں بعد درج ذیل ریزولیوشن پاس ہوا ۔

" آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی کی تشکیل کرتا ہے جو آل انڈیا مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے ساتھ دونوں تنظیموں کو " متحد " کرنے کی غرض سے مذاکرات کرے ۔۔۔ یہ کمیٹی یکم مارچ ۱۹۳۲ء تک اپنی رپورٹ مسلم لیگ کونسل [۳۴] کو پیش کر دے گی اور ازاں بعد دونوں تنظیموں کو باہم مدغم کرنے کی تجاویز کو بروئے کار لانے در نتیجتہ " قائم ہونے والی متحدہ تنظیم کا دستور بنانے لئے " لیگ کونسل " مناسب اقدامات کرے گی ۔

(۱) چودھری ظفر اللہ خاں صاحب ۔ صدر مسلم لیگ

(۲) مولوی سر محمد یعقوب صاحب ۔ سیکرٹری مسلم لیگ

(۳) خاں صاحب ایس ایم عبداللہ ۔ جائنٹ سیکرٹری

(۴) مرزا اعجاز حسین صاحب ۔ جائنٹ سیکرٹری

(آل انڈیا مسلم لیگ ۔ ڈاکومنٹس ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء از سید شریف الدین پیرزادہ)

لیگ کے مذکورہ بالا ریکارڈ سے ظاہر ہے کہ مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کے ساتھ گفت و شنید کرنے کے لئے ملک و ملت کے بہی خواہوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی ۔

- جسے صدر محترم حضرت چودھری سر محمد ظفراللہ خاں کی زیر نگرانی ادغام کے سلسلہ میں مذاکرات کرنے تھے اور ان مذاکرات کی رپورٹ " لیگ کونسل " میں پیش کرنا تھی ۔
- پھر یہ امر کہ دونوں جماعتوں کا ادغام ہو یا نہ ہو ۔ تنہا حضرت چوہدری صاحب کی صوابدید پر منحصر نہ تھا بلکہ یہ بات لیگ کونسل کے فیصلہ کی محتاج تھی ۔ جن کی تعداد بڑھا کر چوہدری صاحب نے ۲۳ کر دی تھی ۔
- پھر اس ۲۳ رکنی کمیٹی کو " دونوں جماعتوں کا متحدہ دستور " بنانے کے منصوبہ پر کام کرنا تھا ۔ مگر مصنف زندہ رود ۔ مسلمانوں کی اس باأثر اور بااختیار کمیٹی کے کردار اور ادغام کی تکمیل تک کے مختلف مراحل کو بالکل نظرانداز کرتے ہوئے یہ تاثر دے رہے ہیں کہ سر ظفراللہ خاں نے کہنا تھا کہ ادغام ہو جائے اور کن فیکون کی طرح ادغام ہو جانا تھا ۔ اور مسلم لیگ پر موت کا سایہ چھا جانا تھا ۔ ۶ ہے

اجلاس کا مقام اور حاضری

چودھری صاحب کی زیر صدارت ہونے والے مسلم لیگ کے اس منفرد اور عدیم النظیر اجلاس کی وقعت گھٹانے کے لئے مصنف زندہ رود نے چلتے چلتے دو امور بیان فرمائے ہیں ۔

☆ ---- ایک یہ کہ "مظاہروں کے خوف سے یہ اجلاس مقررہ جگہ کی بجائے ایک ٹھیکیدار خاں صاحب سید نواب علی کے مکان پر منعقد ہوا ۔

☆ ---- دوسرے یہ کہ اس اجلاس میں صرف چند ارکان شامل ہوئے (صفحہ ۵۹۴)

اس پر اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے علامہ اقبال کی زیر صدارت خطبہ الٰہ آباد والے اجلاس کی کیفیت ہم مصنف ہی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں ۔ قارئین ہر دو امور کے بارے میں ہر دو اجلاسوں کی نوعیت اور حاضری وغیرہ کی کیفیت کا خود ہی موازنہ کر لیں ۔

مصنف " زندہ رود " خطبہ الہ آباد والے اجلاس کے متعلق رقمطراز ہیں :-

خطبہ الہ آباد

--- لیگ کا اجلاس ایک تمباکو فروش شیخ رحیم بخش کی عمارت میں ہوا تھا ۔

--- اجلاس میں لیگ کے صرف چند نمائندوں نے شرکت کی ۔ اس کا کورم بھی

بڑی مشکل سے پورا ہوا (کورم ۷۵ ر ارکان کا تھا ۔ ناقل)

حاضرین میں بہت سے سکول کے لڑکے بھی شامل تھے جو تفریحاً شریک جلسہ ہو گئے تھے (صفحہ ۳۹۱)

راقم گذارش کرتا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ چند لیگی ارکان ،گول میز کانفرنس لندن میں گئے ہوئے تھے ۔ لیکن برصغیر میں موجود ارکان خاصی تعداد میں موجود تھے ۔ اگر ان کا کچھ حصہ بھی دلچسپی لیتا تو اجلاس کی حاضری کئی گنا بڑھ سکتی تھی ۔ مگر علامہ کی شخصیت یہ مشکل کورم پورا کرنے کا موجب بن سکی ۔

لیگ ڈاکومنٹس

مسلم لیگ کے ریکارڈ کے مطابق الہ آباد کا یہ اجلاس " سہ روزہ " تھا ۔ مگر دو دن میں ہی ختم ہو گیا --- دوسرے دن سبجیکٹ کمیٹی کے ارکان کی حاضری ۲۵ تک محدود رہی --- تمام قراردادیں (جلدی جلدی) صرف تین گھنٹے میں پاس کر کے اراکین نے فراغت حاصل کر لی --- صدر محترم ' علامہ اقبال ' کی عدم دلچسپی یا مجبوری کا یہ عالم تھا کہ ابھی قراردادوں پر غور کرتے ہوئے " ایک گھنٹہ " ہی گزرا تھا کہ آپ اٹھ کر چلے گئے اور صدارت نواب محمد اسماعیل خاں کو سنبھالنا پڑی جب علامہ اٹھ کر گئے تو مسلم لیگ کے ریکارڈ کے مطابق اس وقت اجلاس کی سب سے اہم قرارداد زیر غور تھی ۔ یعنی آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی کی قرار دادیں (یکم جنوری ۱۹۲۹) اور قائداعظم کے چودہ نکات پر بحث ہو رہی تھی ۔ (دیکھئے آل انڈیا مسلم لیگ ڈاکومنٹس ۔ ۱۹۰۶ء ۔ ۱۹۴۷ء صفحہ ۱۷۳ ۔ از سید شریف الدین پیرزادہ)

لیگ کی نیم مردنی

قائداعظم ہندوستان کو الوداع کہہ کر مستقل طور پر انگلستان جا چکے تھے ۔ مسلم لیگ کا کوئی پرسان حال نہ تھا --- خطبہ الہ آباد (۱۹۳۰ء) کے اجلاس سے یہ امر واضح ہو چکا تھا کہ " نیم مردہ مسلم لیگ " کو علامہ کا وجود بھی زندگی عطا کرنے سے قاصر رہا ہے ۔ ان حالات میں کانگریس کے شاطر زعماء نے سوچا کہ اپنے مسلمان پٹھوؤں کے ذریعہ چودھری صاحب والے ۳۱ء کے سالانہ اجلاس میں غنڈہ گردی کرا کے لیگ کو ہمیشہ کے لئے موت کی

نیند سلا دیا جائے۔

لیگ میں زندگی کی نئی رمق

---- غالب قیاس ہے کہ اگر اس ناگفتہ بہ اور نازک صورت حال میں سر ظفر اللہ خاں ایسے ملت کے بہی خواہ و دردمند وجود کی جگہ دوبارہ علامہ اقبال یا کوئی اور صدر ہوتا تو شاید اس مرتبہ محلے کے وہ لڑکے جو تفریحاً جلسے میں آ شامل ہوئے تھے وہ بھی شامل نہ ہوتے اور مسلم لیگ کا بغیر کسی فتنہ و فساد اور شورہ پشتی کے ازخود ہی جنازہ نکل جاتا۔ یہ تو حضرت چوہدری صاحب کی غیر معمولی صلاحیت۔ آپ کا اخلاص اور آپ کی دعائیں تھیں۔ جن کے شامل حال ہونے کی وجہ سے لیگ موت کے منہ سے بچ گئی۔

یہ ہے تصویر کا **اصل رخ** ---- جسے مصنف " زندہ رود " دہلی کے مسلمانوں کے " شدید احتجاج " سے تعبیر کر رہے ہیں اور حضرت چوہدری صاحب سمیت کونسل کے ارکان کی نیت پر حملہ کر رہے ہیں۔

حضرت چوہدری صاحب کی مخالفت نے لیگ کی مردہ کھیتی کے لئے کھاد کا کام کیا لیگ میں کچھ بیداری پیدا ہوئی۔ الہ آباد والے اجلاس کی مردنی کیفیت کی نسبت اب اس میں زندگی کی رمق نظر آنے لگی۔ چنانچہ سر محمد یعقوب جنرل سیکرٹری نے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ اجلاس عدیم النظیر تھا اور اس میں کونسل کے ارکان نے غیر معمولی تعداد میں شرکت کی۔ حضرت چوہدری صاحب کے یہ اختتامی الفاظ آج بھی ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

" میری صدارت کی مخالفت نے لیگ کو تازہ زندگی بخشی ہے۔ آپ نے ہندوستان میں اسلام کے مستقبل پر اپنے غیر متزلزل اعتقاد کا اظہار فرمایا۔ " ۷ ؎

رقابتیں اور شکر رنجیاں

---- لیکن اس دور میں مسلم قیادت میں اتنی رقابتیں اور باہمی شکر رنجیاں تھیں۔ کہ سیاسی جمود کو توڑنے کی راہ میں حائل ہو رہی تھیں۔ مسلم کانفرنس کے مسلم لیگ میں ادغام کے سلسلہ میں حضرت چوہدری صاحب لکھتے ہیں :-

یہ فوٹو اسماعیلی لٹریچر سے لیا گیا ہے۔

آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی میں مولانا حاضر امام سر آغا خان صاحب صدر کی حیثیت سے اور دیگر مسلم عمائد۔

" ۔ ان دنوں مسلم لیگ کے علاوہ مسلمانوں کی ایک اور سیاسی پارٹی آل پارٹیز مسلم کانفرنس بھی تھی ۔ لیکن دو سیاسی پارٹیاں ، مسلم قوم کیلئے ضعف کا باعث تھیں ۔ ادھر کانگریس ، مسلمانوں کی سیاسی طاقت اور جمعیت کو کمزور کرنے کے درپے تھی ..... ۱۹۳۲ء کے اول نصف میں بحیثیت صدر مسلم لیگ میری یہ کوشش رہی کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا مسلم لیگ میں ادغام ہو جائے اور اس کے کچھ امکانات بھی پیدا ہو گئے ۔ لیکن سال کے وسط میں میاں سر فضل حسین صاحب کے رخصت پر جانے کے سلسلے میں ان کی جگہ میرا عارضی تقرر عمل میں آیا اور مجھے لیگ کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا ۔ اور یہ تحریک رک گئی ۔ دو ایک سال کے اندر آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی سرگرمیاں ، سرد پڑ گئیں ۔ اور مسلم لیگ از سرنو تازگی پکڑنے لگی " ۸ ۔

اقبال بھی ادغام کے حق میں تھے

۳۲-۱۹۳۱ء کے دور کا ذکر کرتے ہوئے " اقبال کا سیاسی کارنامہ " کے مصنف لکھتے ہیں : ۔

" ۔ اس زمانہ میں مسلم کانفرنس ہی ایک فعال جماعت تھی ۔ مسلم لیگ اگرچہ موجود تھی لیکن اس زمانہ میں یہ ادارہ مسلم سیاسیات میں پیش پیش نہیں تھا ..... مسلم لیگ اس زمانہ میں ایک بے روح جماعت بنی ہوئی تھی ۔ (صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ ۱۹۵۲ء)

ملت کے ہر بہی خواہ کو حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں کی قیادت میں " مسلم لیگ " ایسے غیر فعال اور بے روح ادارہ اور " مسلم کانفرنس " ایسی فعال اور کل ہند نمائندہ جماعت کے ادغام کی کاوش لازماً قابل ستائش فعل نظر آئے گا ۔

علامہ اقبال نے دسمبر ۳۱ء کے آخری ایام میں یہ خوشگوار اور روح پرور منظر دیکھا کہ مسلم لیگی ارکان نے اپنے صدر محترم حضرت چوہدری صاحب کی صدارت میں نہ صرف مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس کی یک جہتی کا منصوبہ بنایا ہے بلکہ اس کے لئے عملی اقدام بھی شروع کر دیا ہے تو علامہ نے بھی اس سیاسی تطابق کے جذبہ کے ساتھ تین ماہ بعد " مسلم کانفرنس " کے صدارتی خطبہ (۲۱ مارچ ۳۲) میں مسلم جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی تلقین کی ۔

اجلاس کے بعد آپ ہی کے خطبہ صدارت کی روشنی میں بعض قرار دادیں پاس

ہوئیں ۔ ان قرار دادوں میں سے قرار داد نمبر ۸ کی طرف ہم قارئین کرام کو خصوصی توجہ دلانا چاہتے ہیں

اس قرار داد کے الفاظ درج ذیل ہیں : ۔

قرار داد نمبر ۸ : مسلمانوں کا ایک ہی سیاسی ادارہ ہو ۔ اس غرض کے لئے ایگزیکٹو بورڈ کو مسلم کانفرنس کا یہ اجلاس ہدایت کرتا ہے کہ وہ کل ہند مسلم لیگ کی کونسل سے مل کر اس مسئلہ کو طے کرے " ۹ ۔

قارئین کرام ! ایک طرف مسلم لیگ ، اتحاد بین المسلمین کا جھنڈا تھامے ، اپنے قائد حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں کی زیر سرکردگی ، آل انڈیا مسلم کانفرنس کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے تو دوسری جانب علامہ اقبال ، مسلم کانفرنس کی وسیع اور کل ہند نمائندہ جماعت کے ہمراہ مسلم لیگ کی طرف جادہ پیما ہیں ۔ دونوں مخلص اور دردمند دیدہ دروں کا نصب العین ادغام کے ذریعہ " ایک سیاسی مرکزی ادارہ " ۔ کا قیام ہے ۔

ع دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی ۔

اس واقعہ پر آج نصف صدی سے بھی زائد عرصہ بیت چکا ہے ۔۔۔ یہ وہ دور تھا جبکہ ابھی علامہ کے ذہن پر جماعت احمدیہ کے بارے میں تنگ نظری اور تعصب کی چھاپ نہیں لگی تھی

آج " زندہ رود " کی عدالت میں ملی سالمیت ، اتحاد اور یگانگت کے یہ دونوں دیدہ ور پیش ہیں ۔ دونوں کا مقصد ادغام ہے دونوں کی طرف سے اس مقصد کے حصول کے لئے اٹھائے گئے اقدامات ایک ہیں ۔ مگر عدالت نے ایک دیدہ ور کو مسلم لیگ یا مسلم کانفرنس کا محافظ اور بہی خواہ قرار دے کر عزت افزائی کا مستحق گردانا ہے اور دوسرے پر سر فضل حسین کا آلہ ء کار ، برطانوی حکومت کا پٹھو اور مسلم لیگ کے قاتل ہونے کی فرد جرم عائد کر کے مقدمہ نمٹا دیا ہے ۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے ۔

ذیل میں ہم حضرت چوہدری صاحب اور علامہ اقبال کے خطبات سے ادغام کے اہم مسئلہ کے بارے میں بعض اقتباسات کا ایک تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں اور مصنف زندہ رود کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس میں ایسا نکتہ تلاش کر دکھائیں ۔ جس سے ثابت ہو کہ

لیگ اور مسلم کانفرنس کے ادغام کے ذریعہ ظفر اللہ خاں لیگ کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے تھے لیکن علامہ اس کے برعکس اقدام کر کے لیگ کو موت کے منہ سے بچانے میں کوشاں تھے ۔

خطبات کا تقابلی جائزہ

سالانہ اجلاس " آل انڈیا مسلم لیگ " دہلی ۔ سالانہ اجلاس " آل انڈیا مسلم کانفرنس لاہور

خطبہ صدارت ۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں ۔ خطبہ صدارت ۔ علامہ اقبال

۔ دسمبر ۱۹۳۱ء ۔ ۔ مارچ ۱۹۳۲ء ۔

ایک سیاسی تنظیم

" پہلا قدم جو ہمیں اپنی سیاسی کوششوں اور ایک ۔ " پچھلے چند سالوں کے واقعات اس پر شاہد

مرکزی مجلس اسلامی کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ۔ ہیں ۔ کہ قوم کی راہنمائی آزاد طریقے پر

کرنے کے لئے اٹھانا چاہئے یہ ہے کہ قوم کے ۔ نہیں کی جاتی .... اس خرابی کا ازالہ اس

اندر ایک ہی قسم کی جتنی جماعتیں کام کر رہی ۔ صورت میں ممکن ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں

ہیں ۔ ان کو یک قلم ختم کر دیا جائے ۔ کی صرف ایک تنظیم ہو ۔

نئی انجمن کا نام

" ۔ اس (متحدہ انجمن ۔ ناقل) کا نام خواہ کچھ ہی ہو ۔ " اس کا نام خواہ کچھ ہی رکھ لیا جائے ۔

نئی انجمن کے دستور کی وسعت

" اس کے ساتھ کے ساتھ ہمیں اس متحدہ ۔ اس (متحدہ سیاسی انجمن) کا اساسی دستور ایسا ہونا

سیاسی انجمن کے دستور آئین کا بھی خیال ۔ چاہئے ۔ کہ ہر قسم کے سیاسی فکر کو ابھرنے کا موقع

کر لینا چاہئے .... جو ان دونوں جماعتوں کے ۔ مل سکے ۔ جو جماعت کی اپنے شعور اور طریقوں

کے اتحاد سے قائم ہوگی ۔ اس انجمن کا دستور ۔ سے راہنمائی کر سکے ۔ میری رائے میں بدنظمی کو مٹانے اور ہماری

اتنا وسیع ہونا چاہئے کہ اس کے احاطہ کار میں منتشر قوتوں کو مرکز پر جمع کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے "

ہماری ملت کی تمام سیاسی و معاشی اور

معاشرتی سرگرمیاں آ جائیں ۔ "

ملک گیر شاخیں

ضروری ہو گا کہ اس انجمن کی شاخیں ۔ اس انجمن کی شاخیں تمام صوبوں اور ضلعوں میں

ملک میں پھیل جائیں ۔ ۔ پھیلی ہوئی ہوں ۔

لیگ اور کانفرنس ملا دی جائیں

راقم عرض کرتا ہے کہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے حضرت چوہدری صاحب کی " اتحاد المسلمین " کی تجویز بلند ہوئے ابھی ڈیڑھ ماہ ہی گزرا تھا کہ مسلمانوں کا دردمند اور فہمیدہ طبقہ اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے سرگرم عمل ہو گیا ۔

پیسہ اخبار لاہور ۔ " مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس ملا دی جائیں ۔ " کے عنوان سے خبر دیتا ہے :۔

" ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ۔ مسٹر رفیع الدین احمد ۔ مسٹر اے ۔ ایچ غزنوی ۔ حافظ ولایت اللہ ۔ سر عبدالقیوم ۔ مسٹر اسماعیل خاں اور مولانا سید حبیب نے (۱) سر محمد یعقوب سیکرٹری مسلم لیگ اور (۲) مولانا شفیع داؤدی سیکرٹری آل انڈیا مسلم کانفرنس کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا ہے ۔

پیسہ اخبار لاہور ۱۸ فروری ۱۹۳۲ء

لیاگیا

مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس ملا دیجائیں

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، حافظ ولایت اللہ، مسٹر اے، ایچ غزنوی، مولانا مظہر علی، مسٹر رفیع الدین احمد، سر عبد القیوم مسٹر اسمٰعیل علی خاں، اور مولانا سید حبیب نے سر محمد یعقوب سکرٹری مسلم لیگ، مولانا شفیع داؤدی سکرٹری آل انڈیا مسلم کانفرنس کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا ہے۔

ہم اعتراف کرتے ہیں کہ مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم کانفرنس نے اہم مواقع پر مسلمانوں کی بڑی خدمت کی ہے۔ موجودہ سیاسی فضا کو مد نظر کرتے ہوئے بھی ان کے علیحدہ قیام کی بڑی ضرورت ہے۔ مگر اب وقت آگیا ہے کہ متذکرہ بالا ہر دو قومی انجمنیں ملحق کر دی جائیں۔ اور دونوں ملکر کام کریں اس لئے ہم تحریک کرتے ہیں کہ گیارہ اصحاب کی کمیٹی بنائی جائے۔ جو دونوں کے الحاق کے طریقہ پر غور کرے۔ اور اس کے لئے عملی تجویز بتلائے۔ ان دونوں جماعتوں کے علیحدہ علیحدہ جلسے کرنے سے مسلمانوں کی آواز کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ملک میں غلط فہمی پیدا ہونے کے علاوہ مشترکہ ممبروں کا روپیہ اور وقت ضایع ہوتا ہے۔

"..... اب وقت آگیا ہے کہ متذکرہ بالا ہر دو قومی انجمنیں ملحق کر دی جائیں۔ اور دونوں مل کر کام کریں۔ اس لئے ہم تحریک کرتے ہیں کہ گیارہ اصحاب کی کمیٹی بنائی جائے۔ جو دونوں کے الحاق کے طریقہ پر غور کرے۔ اور اس کے لئے عملی تجویز بتائے۔ ان دونوں جماعتوں کے علیحدہ علیحدہ جلسے کرنے سے مسلمانوں کی آواز کمزور ہو جاتی ہے۔ اور ملک میں غلط فہمی پیدا ہونے کے علاوہ مشترکہ ممبروں کا روپیہ اور وقت ضائع ہوتا ہے" [۱۰]

مسلم کانفرنس کا خطبہ۔ تاریخی دستاویز

مصنف زندہ رود کے نزدیک :۔

۔ علامہ کا خطبہ " آل انڈیا مسلم کانفرنس " بمقام لاہور (مارچ ۳۲)۔ مسلم سیاسیات

کے محقق کے لئے تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

۔ اس خطبہ کے ذریعہ اقبال نے نظریاتی اساس پر مسلمانوں کی آئندہ سیاسی حکمت عملی کے لئے ایک رخ۔ سمت۔ نصب العین یا منزل کا تعین کر دیا۔ (صفحہ ۳۴۲)

۔ اس خطبہ کو برصغیر کی مسلم سیاسیات کا کوئی طالب علم بھی نظر انداز نہیں کر سکتا (صفحہ ۴۷۸)

۔ اقبال نے خطبہ میں جو لائحہ عمل پیش کیا اسے فخریہ انداز میں پیش کرتے ہوئے مصنف زندہ رود فرماتے ہیں کہ :۔ اس کا پہلا نکتہ یہ تھا کہ متفرق سیاسی جماعتوں میں بٹنے کی بجائے مسلمانان ہند کی صرف ایک سیاسی تنظیم ہو (صفحہ ۴۸۰)

(یعنی خاص طور پر مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس جیسی بڑی جماعتیں باہم مدغم کر دی جائیں۔ ناقل) اور مصنف " ذکر اقبال " جناب مولانا عبد المجید صاحب سالک ' کے نزدیک :۔

۔ حقیقت یہ ہے کہ اس خطبہ صدارت سے ہندوستان و انگلستان کے سیاسی حلقوں میں خاص سنسنی پھیل گئی۔ کیونکہ یہ خطبہ صاف گوئی۔ خلوص۔ رواداری اور صداقت کا مظہر تھا اور ضرورت وقت کے مطابق سیاسی تدبر کا بھی شاہکار تھا۔

۔ اس میں علامہ نے ہندوستان کی تحریک آزادی کی تائید بھی کی اور مسلمانوں کے جذبات و خیالات کی نمائندگی کا حق بھی ادا کیا۔

۔ اس خطبہ میں (کانگریس کی) سول نافرمانی کے خلاف نکتہ چینی کی اور ہندوؤں کی غیر مفاہمانہ ضد پر اظہار افسوس کیا۔

۔ اس خطبہؒ میں علامہ نے نہایت بیباکانہ طور پر صاف کہہ دیا کہ حکومت برطانیہ کی حکمت عملی تذبذبانہ ہے اور فرقہ وارانہ فیصلے کا اعلان ہونے میں تاخیر کا الزام حکومت برطانیہ پر ہے۔ (صفحہ ۱۶۴)

ہم نے گذشتہ صفحات میں مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کے ادغام کے ضمن میں اس خطبہ کے اہم نکات کا چوہدری صاحب کے خطبہ (دسمبر ۱۹۳۱ء) سے تقابلی جائزہ پیش کیا ہے ---- راقم عرض کرتا ہے بہت سے دیگر امور میں بھی علامہ کا خطبہ ء حضرت چوہدری صاحب کے خیالات کا عکس لئے ہوئے ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ کیا اس خطبہ کے "

سیاسی تدبر کے شاہکار " ہونے کی ایک وجہ یہ پر تو قرار دیا جا سکتا ہے ؟

" سوراج " کی جگہ کامل ذمہ دارانہ حکومت کا نصب العین
آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۲۷ر دسمبر ۱۹۳۱ء بمقام نئی دہلی
زیر صدارت حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس (دسمبر ۱۹۳۰ء) بمقام الہ آباد منعقد ہوا تھا ۔ اب تک مسلم لیگ کا نصب العین پرامن ذرائع سے ہندوستان کے لئے " سوراج " کا حصول تھا ۔
" ۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس (۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء میں Most important change " سب سے اہم تبدیلی " یہ وقوع میں آئی کہ اب اس کا نصب العین " مسلمانوں کے لئے کافی اور موثر تحفظات کے ساتھ کامل ذمہ دارانہ حکومت کا پرامن ذرائع سے حصول قرار پایا ۔ اس لحاظ سے یہ اجلاس تحریک آزادی میں منفرد حیثیت کا حامل ہے ۔

۔ حواشی ۔

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں ۔ اوائل جنوری ۱۹۳۲ء کے الفضل کے پرچے

۲۔ بحوالہ الفضل ۲۰ر دسمبر ۱۹۳۱ء ۔

اسی دور میں اقبال ' احمدیوں کو کٹر مسلمان سمجھتے تھے ۔ بقول مصنف " زندہ رود " اقبال ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۱ء مسجد احمدیہ انگلستان گئے ۔ نومسلم انگریز بچوں سے قرآن مجید ' صحیح تلفظ کے ساتھ سن کر محظوظ ہوئے ۔ ایک بچی کو ایک پاؤنڈ انعام بھی دیا ۔ (ص ۵۷۷) علامہ نے اس موقع پر اپنی تقریر میں فرمایا کہ دنیائے اسلام کے چالیس کروڑ فرزندان توحید آپ کے بھائی ہیں (انقلاب ۲۹ر اکتوبر ۳۱) راقم عرض کرتا ہے کہ اگر اس دور میں دہلی کے احراریوں نے احمدیوں کو غیر مسلم سمجھا تو مصنف زندہ رود کے لئے بہتر یہی تھا کہ وہ اقبال کے نظریات کی روشنی میں اسے احراریوں کی اسلام دشمنی گردانتے ۔

۳۔ ملاپ اخبار ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۱ء

۴۔ بحوالہ الفضل ۳ر جنوری ۱۹۳۲ء

۵۔ صدر محترم چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے وسعت نیابت کی خاطر کونسل کے ممبران کی تعداد بڑھا کر ۲۳ کر دی ۔ (دی انڈین اینویل رجسٹر ۲۷ر دسمبر ۱۹۳۱ء صفحہ ۲۲۲)

۶۔ واضح رہے کہ سر آغا خاں بھی ادغام کی خواہش کا اظہار کر چکے تھے ۔

۷۔ انڈین اینویل رجسٹر مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۱ء سالانہ اجلاس مسلم لیگ

۸۔ تحدیث نعمت طبع دوئم ص ۲۹۶

۹۔ اقبال کا سیاسی کارنامہ ص ۱۵۶ مطبوعہ ۱۹۵۲ء

۱۰۔ پیسہ اخبار لاہور ۱۸ فروری ۱۹۳۲ء ص ۱۲ کالم ۳

پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی سیر

کاش! ظفراللہ خاں کی تقریر، مسلم راج کے تخیل سے پاک ہوتی۔

سردار اجل سنگھ

مصنف زندہ رود نے پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں احمدیوں کے طرز فکر و عمل پر علامہ اقبال کے متوقع خدشات کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔ ان خدشات کی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے آیئے! لیجسلیٹو کونسل چلتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے نامور فرزند چوہدری ظفراللہ خاں نے مسلم حقوق کے تحفظ کے لئے غیر مسلم ممبران اسمبلی کے ساتھ سالہا سال تک ایک طویل جنگ لڑی۔ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا سرکاری ریکارڈ آج بھی اس کا منہ بولتا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ ایک موقع پر سردار اجل سنگھ نے چودھری صاحب کی ٹھوس تقریر کا جواب دیتے ہوئے کہا:۔

"۔ میں چوہدری ظفراللہ خاں کا تہ دل سے احترام کرتا ہوں..... لیکن (آپ کی تقریر سن کر) مجھے افسوسناک مایوسی ہوئی ہے.... اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوریت کی اساس فرنچائز (حق رائے دہی) ہے۔ اور میرے واجب الاحترام دوست نے نہایت درجہ فصاحت و بلاغت سے اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن کاش! ظفراللہ خاں کے دلائل کے پس پردہ وہ جذبہ کارفرما نہ ہوتا جس کے ذریعہ وہ یہاں "مسلم راج" کے قیام کے متمنی نظر آتے ہیں (انگریزوں کی مدد سے)

I wish his (Zafrullah Khan's) arguments were devoid of that inherent motive which seeks to establish a "Muslim Raj" with the help of the British - " (P.212)

جس میجارٹی سکیم کی چودھری صاحب وکالت کر رہے تھے۔ اس کی طرف اشارہ کر کے سردار صاحب نے فرمایا:۔

"-- برٹش راج" کو تبدیل کر کے یہاں "مسلم راج" کے قیام کے لئے اس سے بہتر سکیم ایجاد نہیں کی جا سکتی۔"

"-- No better scheme of change over the "British Raj" to "Muslim Raj" could be devised (P.213)

باقی ص ۸۴

آل انڈیا کشمیر کمیٹی

مصنف زندہ رود کے بیانات کی تلخیص

مصنف زندہ رود کا موقف

"۔ ابتدائے کار یعنی کشمیر کمیٹی کے قیام (جولائی ۱۹۳۱ء) سے لے کر حضرت امام جماعت احمدیہ کے استعفیٰ (مئی ۱۹۳۳ء) تک کے دور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنف "زندہ رود" لکھتے ہیں،

"اس دور میں کشمیر کمیٹی میں اقبال کو خالصتاً احمدی قیادت میں کام کرنے کا تجربہ حاصل ہوا۔ کشمیر کمیٹی ایک عارضی تنظیم کی صورت میں عجلت میں بنائی گئی تھی۔ اس کا نہ تو کوئی دستور تھا اور نہ قواعد و ضوابط۔ جب احمدی ارکان پر الزام لگا کہ وہ کشمیر کمیٹی کو کشمیر میں احمدیت کی تبلیغ کی خاطر استعمال کر رہے ہیں (اور "اس ذریعے ان کا اصل مقصد کشمیری مسلمانوں کو احمدی بنانا ہے" (صفحہ ۵۰۹) تو اس قسم کے الزامات کے تدارک کے لئے تجویز پیش کی گئی کہ کشمیر کمیٹی کے لئے دستور اور قواعد و ضوابط وضع کر لئے جائیں۔ تاکہ کسی کو کسی کے خلاف شکایت کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ لیکن بجائے اس کے کہ الزام کو غلط ثابت کرنے کے لئے قدم اٹھائے جاتے۔ احمدیوں نے اس تجویز کو اپنے امام کے لامحدود اختیارات کو محدود کرنے کے لئے ایک چال سمجھا اور مرزا بشیرالدین محمود نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ (اگرچہ ان کی جماعت کے باقی افراد بدستور کمیٹی کے رکن رہے (صفحہ ۵۹۳) جب اقبال، کشمیر کمیٹی کے قائمقام صدر منتخب ہوئے تو احمدی اراکین نے ان کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور بقول اقبال ان پر واضح کر دیا کہ احمدیوں کے نزدیک کشمیر کمیٹی یا مسلمانوں کی کسی بھی

تنظیم کی کوئی اہمیت نہیں اور ان کے عقیدے کے مطابق اگر وہ کسی وفاداری کے پابند ہیں تو صرف ان کی امیر کے ساتھ وفاداری ہے "۔۔۔۔ (صفحہ ۵۹۳)

"۔ (اس پر) اقبال نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ اگر مسلمانان ہند اپنے کشمیری بھائیوں کی امداد اور رہنمائی کرنا چاہتے ہیں تو کوئی اور کشمیر کمیٹی بنالیں جو صرف مسلمانوں پر مشتمل ہو " (صفحہ ۵۸۶)

" اقبال کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسلمانوں کے ایک نمائندہ اجلاس میں پرانی کشمیر کمیٹی توڑ دی گئی اور ایک نئی آل انڈیا کشمیر کمیٹی وجود میں لائی گئی۔ اقبال نے نئی کشمیر کمیٹی کی صدارت قبول کرلی۔ ملک برکت علی ایڈووکیٹ اس کے سیکرٹری مقرر کئے گئے " (صفحہ ۵۱۰)

ایک تمنا۔ ایک تجویز

چوہدری ظفراللہ خاں مرحوم کی ملکی و ملی خدمات کے ریکارڈ کو یکجا کرنے اور اس سے دنیا کو روشناس کرانے کے لئے "ظفراللہ خاں اکیڈمی" کے قیام کی ضرورت ہے۔ (شیخ عبدالماجد)

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

محکوم و مجبور کشمیر ' آزادی کی شاہراہ پر

۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۳ء تک کی کہانی

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر — کل جسے اہل نظر کہتے تھے ایران صغیر
سینہ ء افلاک سے اٹھتی ہے آہ سوز ناک — مرد حق ہوتا ہے جب مرعوب سلطان و امیر
کہہ رہا ہے داستاں ' بے دردئی ایام کی — کوہ کے دامن میں وہ غم خانہ ء دہقان پیر

طائرانہ نظر

اقبال نے ۱۹۲۱ء کے لگ بھگ کشمیر کے کوہ کے دامن میں جو غمخانہ ء پیر ' بے دردی ء ایام کا ماتم کرتا ہوا دیکھا ۔ ۱۹۳۱ء میں " آل انڈیا کشمیر کمیٹی " کے اولوالعزم صدر کے صدارت سنبھالتے ہی جذبہ ء آزادی کا آتشکدہ بن گیا۔

---- صدر کمیٹی نے اپنے دو سالہ دور صدارت میں اندرون و بیرون کشمیر کے مسلمانوں کو ان راہوں پر چلنے کی تلقین کی جو راہیں اس قسم کی چیرہ دستیوں اور اس نوع کے کٹھن مراحل میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے متعین ہوتی تھیں ۔ چنانچہ چشم فلک نے کشمیر میں آزادی کی ہلکی سی جنبش کو زبردست انقلابی لہر کی صورت میں بدلتے ہوئے دیکھا

---- صدر کمیٹی کی روحانی فراست اور استقامت کے طفیل مختلف برسرپیکار طبقوں کے منتشر زعماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ۔ انتہائی پرانتشار ماحول اور نامساعد حالات میں یہ اتحاد ' ایک معجزہ سے کم نہیں تھا۔

---- صدر کمیٹی کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں وہ بے بس کشمیری مسلمان جن کو انسانیت کے ابتدائی حقوق بھی حاصل نہیں تھے اور جو بے زبان مویشیوں کی حیثیت رکھتے تھے ۔ شہریت کے ابتدائی حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ۔ کشمیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اسمبلی بنی اور کشمیری مسلمانوں کے لئے سیاست میں حصہ لینے کی راہیں کھل گئیں --- مگر افسوس کہ جب جدوجہد حریت مزید کامیابیوں سے ہمکنار ہونے کو تھی ۔ بعض ممبران کمیٹی مخالفین کے داؤ میں آگئے جس کی وجہ سے تحریک کو نقصان پہنچا۔

مقالہ کے خدوخال

آئندہ صفحات میں ایک طرف اس گروہ کی کہانی پیش کی گئی ہے ۔ جس نے تحریک آزادی ء کشمیر کی شریانوں میں دوڑنے والے خون کو اپنے ایثار و اخلاص سے آب و تاب بخشا ۔ دوسری طرف ان نمک خواران ریاست کا قصہ بھی ان سطور میں ملے گا جو کھلے بندوں یا مار آستیں بن کر اس اولین و ہمہ گیر تحریک آزادی کو سبوتاژ کرنے میں مصروف عمل رہے ---

پھر ان اوراق میں ایک تیسرے طبقے کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو ایوان حریت پسندی کی نیو رکھنے والوں کا پوری دردمندی سے ساتھ دے رہا تھا مگر شومئی قسمت کہ کچھ عرصہ بعد دشمنان اسلام کی پرفریب چالوں سے دھوکہ کھا گیا اور یوں اس محسن کشمیر کی بے مثل جدوجہد آزادی کو پوری طرح ثمر آور ہونے کا موقع نہ ملا ۔

غرض اس باب میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے قیام کا پس منظر ' محسن کشمیر حضرت امام جماعت احمدیہ کا کمیٹی کی صدارت سنبھالنا ۔ آپ کی زیر صدارت ' کمیٹی کے کارہائے نمایاں ۔ آپ کا صدارت سے استعفیٰ ۔ استعفیٰ کا ردعمل نیز علامہ اقبال کے دور صدارت کی کسمپرسی کی کیفیت کا حقیقت پسندانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے ساتھ کے ساتھ جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال یا علامہ اقبال کی طرف سے اس محسن کشمیر کی خدمات پر نکتہ چینیوں کو بھی نظر میں رکھنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

جامع مسجد سری نگر میں مسلمانوں کی خاک و خون میں لتھری ہوئی لاشوں کی قطاریں - ۱۳ - ۱۴ جولائی ۱۹۳۱ء

ایک معصوم بچی جس کا ناک کاٹنے کے بعد اسے دریا میں ڈبو دیا گیا۔

ڈوگرہ ظلم و ستم کا شکار ہونے والی ایک اور بد قسمت بچی۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے قیام سے قبل

وائسرائے کے نام تار

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو جب مسلمانان سری نگر کے بے بس اور نہتے مجمع پر کشمیر کے ریاستی حکام نے گولی چلا کر مسلمانوں کو شہید کیا۔ تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے اسی روز قادیان سے وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن کو ایک طویل تار ارسال فرمایا۔ جس میں خلاف انسانیت وحشیانہ مظالم کے حالات بیان کر کے ان کو لکھا کہ کشمیر میں مسلمان وزیر مقرر کئے جائیں۔ اور مظالم کا کیس وائسرائے فوراً اپنے ہاتھ میں لیں۔ اس تار پر پیسہ اخبار لاہور نے ایک اداریہ سپرد قلم کیا۔ جس میں لکھا'

امام جماعت احمدیہ کی نہایت عمدہ رائے

"مسلمانان کشمیر پر گولیوں کی بارش کے متعلق امام جماعت احمدیہ قادیان نے ایک تار ہز ایکسی لینسی وائسرائے کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ جس میں کشمیری مسلمانوں کی حالت زار کا خاکہ کھینچ کر یہ رائے دی ہے۔ کہ جب تک کشمیری مسلمانوں کی اپنی وزارت کے ذریعہ مہاراجہ جموں ان پر حکومت نہ کریں۔ اس وقت تک کشمیر میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ یہ رائے نہایت عمدہ اور قابل عمل ہے' [۱]۔

پس منظر

۳۱-۱۹۳۰ء کے دور کا ذکر کرتے ہوئے مصنف "زندہ رود" لکھتے ہیں

"کشمیری مسلمانوں کی تعلیمی حالت پہلے ہی سے نہایت پست تھی۔ سرکاری ملازمت کے دروازے ان پر بند تھے۔ مذہبی آزادی مفقود تھی۔۔ اخباروں، جلسوں اور جلوسوں پر پابندیاں عائد تھیں اور اب انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں ٹھونسا جا رہا تھا۔ چوہدری غلام عباس اور شیخ محمد عبداللہ جیسے امن پسند کشمیری رہنماؤں اور کئی دیگر کارکنان کو حراست میں لے لیا گیا۔ ریاست میں مارشل لاء نافذ تھا۔ جگہ جگہ ٹکٹکیاں نصب کی گئی تھیں جن پر کشمیری مسلمانوں کو باندھ کر کوڑے لگائے جاتے تھے۔

کشمیریوں کی بے بسی سے بالخصوص، پنجاب کے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے" [۲]

خواجہ حسن نظامی اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں ‘

” آج احمدیہ جماعت کے امام صاحب کا کشمیر کے متعلق ایک بہت اچھا اور مفصل خط آیا ہے میں نے ان کو لکھا ہے کہ وہ اس معاملہ میں ڈکٹیٹر بن کر کام کریں اور میں ان کے ساتھ ایک خادم بن کر کام کروں گا ۔ میرا خیال ہے اس معاملہ میں جناب میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بہت ہی ” عمدہ کام “ کر سکتے ہیں ۔

مکتوب خواجہ حسن نظامی

حضرت امام جماعت احمدیہ کا خیال تھا کہ کشمیری مسلمانوں کی بہبود کے لئے ایک آئینی کمیٹی بنی چاہئے اور اس میں کوئی بڑی ذمہ داری علامہ اقبال کے سپرد کی جائے ۔ اپنی اس تجویز کا آپ نے خواجہ حسن نظامی صاحب سے تحریراً اظہار کیا ۔ خواجہ صاحب نے جواب میں وہ خط لکھا جس کا آپ نے اپنے روزنامچہ میں ذکر کیا ہے ۔ اس کا اصل متن درج ذیل ہے ‘

مخلص نواز حامی مسلمین ۔ جناب میرزا صاحب ۔ السلام علیکم

..... ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نسبت یہ تو ٹھیک ہے کہ ان کا اثر ہے مگر یہ ٹھیک نہیں ہے کہ ان میں عملی جرات بھی ہے ۔ وہ ہرگز اس مشکل کام میں دخل نہ دیں گے چاہے وہ اس وقت وعدہ کرلیں ۔ لیکن ایفا کی امید نہیں ہے ۔ آپ ڈکٹیٹر کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ میں آپ کے ساتھ کام کرنے کو موجود ہوں ...... میں نے تو بڑے بڑے متعصب مولویوں سے باتیں کیں تو ان کو آپ کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے آمادہ پایا ...... آپ نے وائسرائے اور لندن کا کام موقع کے موافق کیا ۔ ۳ ؎

نیاز مند

حسن نظامی

بہت مفید کام ‘ بہت عمدہ کام

مصنف زندہ رود کے مطابق ۔ ” کئی احمدی اقبال کے قریبی دوست رہے اور اقبال ان کے ساتھ (ان کے) جلسوں میں شریک ہوتے (ص ۵۷۵)

راقم عرض کرتا ہے کہ علامہ کو اس قربت کی وجہ سے احمدیہ جماعت کے متعلق یہ تجربہ مسلسل ہو چکا تھا کہ یہ جماعت مسلمانوں کے لئے بہت مفید کام کرنے والی جماعت ہے خواجہ

حسن نظامی نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ابتدائی ایام میں اس رائے کا اظہار کیا کہ مرزا صاحب (کشمیری) مسلمانوں کے لئے ” بہت ہی عمدہ “ کام کر سکتے ہیں ۔ علامہ اس کمیٹی کی تشکیل سے کچھ عرصہ پیشتر اپنے مکتوب ۵ ستمبر ۱۹۳۰ء (بنام پرائیویٹ سیکرٹری حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ) ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔۔ ” آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں ۔ آپ ” بہت مفید کام “ مسلمانوں کے لئے انجام دے سکیں گے ؎

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام

شملہ کانفرنس کی کاروائی

حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسئلہ کشمیر پر غور کرنے کے لئے متفرق مسلمان لیڈروں کے نام تاریں بھجوائیں کہ ہمیں کشمیریوں کی امداد کے لئے کچھ اقدام کرنا چاہئے ۔ اس سلسلہ میں میٹنگ کے لئے ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کا دن مقرر ہوا ۔ اس روز بعد نماز ظہر سر ذوالفقار علی خاں آف مالیر کوٹلہ کی کوٹھی فیئر ویو (شملہ) میں ایک اہم اجلاس ہوا ۔ کشمیریوں کے نہ صرف جسم بلکہ ان کی روحیں بھی اس حد تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں کہ بظاہر حالات خلاصی کا کوئی رستہ نہ تھا ۔ اس وجہ سے تمام حاضر زعماء ازحد مایوس اور پژمردہ تھے

لاہور کا پیسہ اخبار لکھتا ہے ‘

” شملہ میں مسلمانان کشمیر کی حالت زار پر غور کرنے کے لئے مسلمان زعماء کا ایک جلسہ ہوا ۔ جس میں نواب سر ذوالفقار علی خان سر اقبال ۔ مرزا بشیرالدین محمود (امام جماعت احمدیہ قادیان) نواب صاحب کنج پورہ ۔ خان بہادر شیخ رحیم بخش ۔ خواجہ حسن نظامی وغیرہ بہت سے زعماء مسلمان شریک ہوئے کہ ریاست کشمیر کے حالات اس قسم کے ہیں کہ ان کی نگرانی کے لئے فوراً ایک ” آل انڈیا کشمیر کمیٹی “ کی ضرورت ہے ۔ چنانچہ ایک کمیٹی قائم کی گئی ۔ جس میں ڈاکٹر سر محمد اقبال ۔ نواب ذوالفقار علی خان ‘ خواجہ حسن نظامی ‘ نواب صاحب کنج پورہ ‘ مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان وغیرہ شامل ہیں ۔ اس کمیٹی کے پریذیڈنٹ ‘امام جماعت احمدیہ ‘ منتخب ہوئے ۔ عبدالرحیم درد ایم اے ‘ سیکرٹری منتخب ہوئے ۔ قرار پایا کہ

ہندوستان کے تمام صوبوں کے نمائندے اس میں شامل کیے جائیں ۔ اس بات کا اختیار پریذیڈنٹ کو دیا گیا [۵] ۔ طے پایا کہ ۱۴ راگست کو کشمیر ڈے منایا جائے ۔

علامہ کی انگلستان روانگی

کشمیر کمیٹی کی تشکیل (۲۵ جولائی ۳۱ء) پر ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ علامہ اقبال ۸ ستمبر ۳۱ء کو گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن تشریف لے گئے ۔

جب قریباً چار ماہ بعد آپ روم ۔ اٹلی اور مصر سے ہوتے ہوئے وطن لوٹے تو حضور کی اولوالعزم قیادت کے طفیل کشمیر میں جدوجہد آزادی کی تحریک نمایاں ترقی کر چکی تھی ۔

علامہ کا مسلم کانفرنس میں بیان

علامہ نے واپس تشریف لا کر مارچ ۳۲ء کے آل انڈیا مسلم کانفرنس لاہور کے صدارتی خطبہ میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ؛

" ۔ جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے ۔ مجھے ان واقعات کے تاریخی پس منظر میں جانے کی ضرورت نہیں جو حال ہی میں رونما ہوئے ہیں ۔ ایسی قوم کا دفعتاً جاگ اٹھنا جس میں شعلہ ء خودی قریباً بجھ چکا ہو ۔ ان تمام اشخاص کے لئے جنہیں موجودہ ایشیائی عوام کی اندرونی کشمکش کے متعلق بصیرت حاصل ہے ۔ ایک مژدہ جانفزا ہونا چاہیئے "

دوسرے دن جب علامہ ' کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تو احرار نے علامہ کے پنڈال میں داخل ہوتے ہی جس غنڈہ گردی کا مظاہرہ کیا ۔ اس کی مجمل رپورٹ " انڈین اینویل رجسٹر " میں ان الفاظ میں موجود ہے

کانفرنس کا دوسرا دن ۔ احرار کی شورہ پشتی

" ۔ آج کانفرنس کا آخری اجلاس شورہ پشتی کے مظاہروں کی نذر ہو گیا ۔ اجلاس کی کاروائی دو گھنٹے تاخیر سے شروع ہوئی اور جونہی سر محمد اقبال ' پنڈال میں داخل ہوئے ۔ ان کے ساتھ احراریوں کے ایک بڑے گروہ نے بھی داخل ہونے کی کوشش کی ۔ جنہیں روک دیا گیا ۔ اس پر کانفرنس کے والنٹیروں اور احراریوں میں گیٹ پر باقاعدہ رسہ کشی شروع ہو گئی ۔ جس

کے نتیجے میں باہم لاٹھیاں چلیں اور خشت باری ہوئی ۔ بالآخر پولیس نے مداخلت کر کے مظاہرین کو منتشر کر دیا ۔ لیکن جونہی پولیس ہٹی ۔ شورہ پشتی پھر شروع ہو گئی اور کانفرنس کی کاروائی بغیر کسی بحث و تمحیص کے جلد جلد ریزولیوشن پاس کرنے کی شکل میں تبدیل ہو گئی ۔ اور تمام ریزولیوشن انتہائی عجلت کے ساتھ اس صورت حال میں پاس ہوئے کہ پنڈال کے باہر مجمع (احراریوں کا ۔ ناقل) پنڈال میں بزور داخل ہونے کے لئے کوشاں تھا اور مختلف النوع نعرے لگا رہا تھا ۔ "[۶]

علامہ کے خلاف شورہ پشتی کے اس مظاہرے کے بعد احرار نے ان سے مفاہمت کی طرح ڈالی اور معلوم ہوتا ہے ۔ علامہ نے مفاہمت کر لی اور بعد میں بقول احرار ان کی حوصلہ افزائی بھی کرنے لگے ۔ ان امور کا اعتراف " زندہ رود " میں بھی کیا گیا ہے مگر کچھ دبے لہجے میں ۔ مصنف فرماتے ہیں ؛

" ۔ کشمیر کمیٹی کے دوران ممکن ہے اقبال نے احرار رہنماؤں سے مفاہمت کرنے کے بعد ان کی حوصلہ افزائی کی ہو ۔ " [۷]

اب ہم مصنف " زندہ رود " کے بیانات کا جائزہ لیتے ہیں ۔

پر انتشار ماحول

بمطابق مصنف " زندہ رود " اقبال اس دور میں مسلم سیاسی ---- لیڈروں کے نفاق اور فتنہ تراشیوں یا مسلم عوام کے انتشار سے بڑے برگشتہ خاطر تھے ' برصغیر میں ملت اسلامیہ کی ہم آہنگی ' سالمیت یا اس کی سیاسی تنظیم کے نصیب العین کی تحصیل کے لئے ان کی کوششیں اب تک کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی تھیں ۔ اس دور میں برصغیر میں مسلم سیاسی جماعتوں کی تعداد بیس سے اوپر جا چکی تھی اور ہر مسلم سیاسی جماعت کا مسلک دوسری سے مختلف تھا ۔ " [۸]

اس پر انتشار ماحول میں شملہ کے مقام پر (۲۵ ر جولائی ۳۱ء کو) آل انڈیا کشمیر کمیٹی معرض وجود میں آئی تھی ' علامہ اقبال نے تجویز کیا کہ جماعت احمدیہ کے امام اس مسلم آئینی کمیٹی کے صدر ہوں ۔

مکتوب اقبال

کچھ دنوں بعد علامہ نے ایک خط میں امام جماعت احمدیہ کو لکھا کہ '

"۔ کشمیر کے متعلق آپ کی کوششیں یقین ہے۔ بار آور ہوں گی۔ مگر ذرا ہمت سے کام لیجئے اور اس معاملہ کو انجام تک پہنچایئے ۔۔۔"

اس خط میں مشورہ دیا۔

یہ کیجئے کہ تین معززین کا وفد جس میں ایک آپ ہوں۔ انگلستان جائے اور وہاں صرف دو ماہ قیام کرے اور انگریزوں اور پارلیمینٹ کے ممبروں کو کشمیر کی تاریخ اور موجودہ حالات سے آگاہ کرے۔ اس پر زیادہ سے زیادہ آٹھ ہزار روپیہ خرچ ہو گا اور نتائج اس کے بے انتہا خوش گوار ہوں گے۔۹

صدارت سنبھالنے کا محرک جذبہ

شملہ کانفرنس میں علامہ سمیت حاضر زعماء جانتے تھے کہ "کشمیر کمیٹی" کی صدارت پھولوں کا تاج نہیں ہے۔ اس کے لئے عملی جرأت کی ضرورت ہو گی۔ اس منصب پر متمکن ہو کر انگریزی حکومت کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ مہاراجہ کشمیر اور اس کی وزارت سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ کانگریس اور کانگریس کے آلہ کاروں کی ریشہ دوانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کشمیریوں کی امداد کے لئے چندہ کی فراہمی خاصا مشکل مرحلہ تھا۔ نفاق زدہ لیڈروں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ایک لاینحل مسئلہ نظر آ رہا تھا۔ ماخوذین کی رہائی کے لئے کشمیر میں قابل وکلاء کو بھجوانا آسان کام نہیں تھا۔ برٹش پارلیمینٹ کے ممبروں تک اپنی بات پہنچانے کے لئے مخلص کارکنوں ۔ بے لوث مبلغوں اور سرمایہ کی ضرورت تھی۔ ۱۰

ان مشکلات کے پیش نظر خواجہ حسن نظامی اور خصوصاً علامہ اقبال نے حضرت امام جماعت احمدیہ پر زور دیا کہ آپ ہی صدارت کا منصب سنبھالیں۔ راقم کی رائے ہے کہ ان امور میں سب سے مشکل کام، مسلم انتشار کو دور کر کے "مسلم اتحاد" قائم کرنا تھا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے جس نیک جذبہ کے تحت صدارت سنبھالنا منظور کیا۔ اس میں ایک نکتہ یہ تھا کہ اس منصب کے ذریعہ مسلم یک جہتی کی صورت پیدا کی جائے۔

اتحاد المسلمین کی تلقین

چنانچہ حضور نے ایک بیان میں فرمایا '

"۔ اگر آج دنیا کے تمام مسلمان اپنے اندر اتحاد کی صورت پیدا نہیں کریں گے۔ اور دشمنوں کے منصوبوں کا یک جہتی سے مقابلہ نہیں کریں گے۔ تو بالکل ممکن ہے ' کل ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ ہندوؤں کی طاقت انہیں کچل کر رکھ دے۔ ہندوستان میں ایک مسلمان کے مقابلہ چار ہندو ہیں اور وہ ہر وقت متفقہ طور پر اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح مسلمانوں کو نابود کر دیں۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ مسلمان اپنے اندر اتحاد پیدا کریں اور دشمنوں پر ثابت کریں کہ وہ اختلاف عقائد کے باوجود دشمنوں کے ہر حملہ کا اپنی متحدہ قوت سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں ریاست جے پور میں صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے پر چند مسلمان قید کر لئے گئے۔ گویا ان کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے کیوں بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اظہار کیا۔ اور یہ صرف ایک ریاست کی حالت نہیں۔ بلکہ ایسا زمانہ ہمارے سامنے آنے والا ہے کہ سارے ہندوستان کی یہی حالت ہو جائے۔ پس ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ابھی سے اپنے اندر قوت پیدا کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ سیاسی نہیں ۔۔۔ ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے ان تیس لاکھ (کشمیری ۔ ناقل) آدمیوں کی امداد کے لئے جو یتیموں کی طرح کمزور اور بے بس تھے۔ اپنا ہاتھ بڑھایا اور بغیر اس خیال کے بڑھایا کہ اس میں احمدیت کی ترقی کا سوال ہو۔۱۱

۔ محیر العقول معجزہ۔

مسلم زعماء ایک پلیٹ فارم پر

اس پاکیزہ جذبہ کے تحت آپ میدان عمل میں اترے تھے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی توجہ اور کوشش سے یہ محیر العقول معجزہ رونما ہوا کہ بکھرے ہوئے مسلم لیڈر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ' ان میں

☆ مولوی میرک شاہ جیسے دیوبندی عالم

☆ مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی جیسے عالم اہل حدیث

☆ خواجہ حسن نظامی صاحب اور مولوی عبدالحمید ظفر صاحب بنگالی جیسے مذہبی پیشوا

☆ مولوی حسرت موہانی صاحب ۔ مولوی شفیع داؤدی صاحب اور ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب جیسے سیاستدان

☆ سید عبدالقادر صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج جیسے مورخ

☆ پروفیسر علم الدین سالک جیسے فاضل

☆ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون اور شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ اور چوہدری عبدالمتین آف ڈھاکہ جیسے قومی کارکن

☆ ملک برکت علی صاحب اور مشیر حسین صاحب قدوائی جیسے کانگرسی

☆ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جیسے ماہر تعلیم

☆ ڈاکٹر سر محمد اقبال جیسے فلسفی و شاعر

☆ سید محسن شاہ صاحب جیسے کشمیر کے دیرینہ خادم

☆ مولوی عبدالمجید صاحب سالک ۔ مولانا غلام رسول صاحب مہر اور سید حبیب صاحب جیسے صحافی شامل تھے ۔ ہندی مسلمانوں کی سیاسی جماعت " آل انڈیا مسلم لیگ " اور "کشمیری کانفرنس " اور " آل انڈیا مسلم کانفرنس " سبھی "کشمیر کمیٹی " کی حمایت کرنے لگیں ۔ بلکہ دہلی میں کمیٹی کا اجلاس (۲۲ر نومبر ۱۹۳۱ء) مسلم لیگ کے دفتر میں ہی ہوا ۔ ۱۱۔

کتنا تعصب پایا جاتا ہے مصنف " زندہ رود " کی اس عبارت میں جب ان حقائق کے باوجود وہ لکھتے ہیں ؛

" مذہبی طور پر (مسلم) اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی ذمہ داری اقبال کے نزدیک جماعت احمدیہ پر عائد ہوتی تھی ۔ ۱۲۔

کشمیر کمیٹی کے اغراض و مقاصد

۱۔ رائے عامہ ہموار کرنا

مصنف زندہ رود کے مطابق کشمیر کمیٹی کے مقاصد میں ایک اہم مقصد کشمیری مسلمانوں کے حق میں رائے عامہ منظم کرنا تھا (ص ۴۳۴) ۔۔۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی اولوالعزم قیادت میں ۱۴ر اگست ۱۹۳۱ء کو ملک بھر میں "یوم کشمیر " منانے کا پروگرام بنایا گیا ۔ اس

پروگرام کے مطابق برصغیر کے سینکڑوں مقامات ۔ پر شاندار جلسے منعقد ہوئے اور بڑے بڑے جلوس نکالے گئے ۔ نتیجۃً "مسلمانوں کے حق میں اس شان کے ساتھ رائے عامہ بیدار اور منظم ہوئی کہ اپنے تو اپنے غیر بھی انگشت بدنداں رہ گئے ۔ ۱۳ ۔"

دیوبند کے جلسہ میں مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم ۔ مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا میرک شاہ صاحب کی تقریریں ہوئیں ۔۔۔۔ کلکتہ میں سہروردی صاحب نے عظیم الشان جلسہ کی صدارت کی ۔۔۔ بمبئی میں ایک ہزار باوردی والنٹیرز نے جلوس نکالا ۔۔۔ مسلمانوں کا یہ جلوس بے نظیر تھا ۔ جلسہ میں مولانا شوکت علی صاحب نے خاص طور پر حصہ لیا ۔۔۔۔ کراچی کے خالق دینا ہال میں مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوا ۔ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب نے صدارت کی ۔

مسلمانان لاہور کا عظیم الشان مظاہرہ

عنوان بالا کے تحت لاہور کا "پیسہ اخبار" رقم طراز ہے ؛

لاہور ۔ ۱۴ اگست ۱۹۳۱ء ۔ آج یوم کشمیر کی تقریب پر مسلمانان لاہور نے اخوت اسلامی اور غیرت دینی وہ مظاہرہ دکھایا جس کی نظیر لاہور کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔۔۔ پروگرام کے مطابق یہ تجویز کی گئی تھی کہ جلوس ۶ بجے شام باغ بیرون دہلی دروازہ سے روانہ ہو گا مگر ۴ بجے سے فرزندان توحید کا ایک سیلاب امنڈ آیا ۔ یہاں تک کہ باغ اور اس کی متصلہ سڑکوں میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی ۔

جلوس کی ترتیب

جلوس کی روانگی ساڑھے چھ بجے شروع ہوئی ۔ سب سے آگے مسلم اتحاد کمیٹی واٹر ورکس کے ارکان کا جتھا تھا ۔ اس کے بعد بیس کوریں روانہ ہوئیں

(ہم یہاں قادیان کور سمیت پہلی دس کوروں کے نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں)

۱۔ بچوں کی کور ۲۔ ستارہ ہند کور ۳۔ انجمن نوجوانان اسلام کور

۴۔ دعوۃ الصلوۃ کور ۵۔ جوہنا مفتی باکر کور ۶۔ محمد علی کور

۷۔ جمعیتہ المسلمین کور ۸۔ انجمن احمدیہ قادیان کور ۹۔ تکیہ سادھو کور اور ۱۰۔ محلہ تیزابیاں کور

جلوس اللہ اکبر۔ شہیدان کشمیر زندہ باد۔ ڈوگرہ راج مردہ باد کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ تماشائیوں کے علاوہ ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان توحید شامل تھے۔ ۱۴ ے

یہ تو بیرون کشمیر رائے عامہ کی بیداری کی ایک جھلک تھی ۔۔۔۔ صدر کمیٹی نے اندرون کشمیر رائے عامہ کو اس درجہ خوبی اور وسعت سے منظم کیا کہ مخالفین بلبلا اٹھے۔ ہندو اخبار "ملاپ" اس جدوجہد پر اپنے رنگ میں لکھتا ہے '

" ۔۔۔ میرزا قادیانی نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی اسی غرض سے قائم کی تا کہ کشمیر کی موجودہ حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس غرض کے لئے انہوں نے کشمیر کے گاؤں گاؤں میں پراپیگنڈا کیا..... انہیں روپیہ بھیجا۔ ان کے لئے وکیل بھیجے۔ شورش پیدا کرنے والے واعظ بھیجے ۔۔۔ شملہ میں اعلیٰ افسروں کے ساتھ سازباز کرتا رہا۔ ۱۵ ے

۲۔ شہیدوں کے ورثاء اور زخمیوں کی مالی امداد

مصنف زندہ رود جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کے مطابق آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اغراض و مقاصد میں ایک مقصد۔۔ "شہیدوں کے ورثاء اور زخمیوں کو مالی امداد مہیا کرنا بھی تھا (ص ۴۳۴)

آیئے! دیکھتے ہیں یہ مقدس فریضہ کس محنت و ایثار اور جذبہ اخوت سے سرانجام دیا گیا۔ اگر شہداء کے پس ماندگان اور نظربندوں کے اہل و عیال کی ہر ممکن دستگیری اور نگہداشت کا وسیع انتظام نہ کیا جاتا تو کشمیر کے اندر تحریک کا زندہ و قائم رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ان محاذوں پر بھی اپنے سپاہی روانہ کر دیئے۔

طبی وفد

پہلا وفد چوہدری عصمت اللہ خاں بی ایس سی۔ ایل ایل بی اور متعدد ڈاکٹروں پر مشتمل تھا۔ جو ۱۴ر اگست ۱۹۳۱ء سے قبل ہی جموں و کشمیر بھیج دیا گیا تھا۔ اس کے بعد دو طبی وفد بھجوائے گئے۔ ایک کے انچارج میجر ڈاکٹر شاہنواز تھے اور دوسرے کے انچارج ڈاکٹر محمد منیر صاحب پہلا وفد میرپور گیا اور دوسرا بھمبر۔

اخبار انقلاب لاہور لکھتا ہے '

" ۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے مسلمانان کشمیر کے شہداء۔ پسماندگان اور زخمیوں کی امداد اور ماخوذین بلا کی قانونی اعانت میں جس قدر قابل تعریف سرگرمی ' محنت اور ایثار کا ثبوت دیا ہے ۔۔ اس کو مسلمانان کشمیر کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اب تک کمیٹی کے بے شمار کارکن اندرون کشمیر مختلف مقامات میں مصروف ہیں اور ہزارہا روپیہ مظلومین و ماخوذین کی امداد پر صرف کر رہے ہیں " ۱۶ ے

مفتی پونچھ کا اعتراف

مفتی پونچھ نے فرمایا ۔۔۔ '

" ۔۔ ہم لوگ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بے لوث مالی امداد کے تازیست ممنون رہیں گے۔ اس کمیٹی نے شہداء کے پس ماندگان کا خیال رکھا۔ یتامی کی پرورش کی۔ محبوسین کے پس ماندگان کو مالی امداد دی۔ ماخوذین کو قانونی امداد دی۔ کارکنوں کو گراں قدر مشورے دیئے۔ جنگلوں میں پہاڑوں میں جا کر مظلومین کی امداد کی۔ ۱۷ ے

جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال مصنف زندہ رود کے مطابق "کشمیر کمیٹی" کے مقاصد میں۔ " گرفتار شدگان کی رہائی کے لئے قانونی امداد بہم پہنچانا بھی شامل تھا۔ (ص ۴۳۴)

۳۔ کشمیر کمیٹی کی طرف سے قانونی خدمات

حضرت امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں: '

" ۔ (کشمیر میں۔ ناقل) جو مقدمات ہوئے۔ ان میں ۱۲۱۰ آدمیوں پر مقدمات چلائے گئے اور اندازاً ایک سو مقدمات تھے۔ ان وکلاء کی کوششوں سے ۱۰۷۰ کے قریب بری ہو گئے اور ۱۴۰ کو معمولی سزائیں ہوئیں۔ حالانکہ اکثر مقدمات قتل اور ڈکیتی کے تھے۔ ہمارے (احمدی) وکیل ڈیڑھ درجن کے قریب تھے۔ جن میں سے نصف نے اپنے آپ کو پیش کر دیا "۱۸ ے

واضح رہے کہ عملاً جماعت احمدیہ سے باہر صرف ایک صاحب یعنی غلام مصطفیٰ صاحب بیرسٹر گوجرانوالہ نے قریباً ایک ماہ کے لئے اپنے تئیں قانونی خدمت کے لئے پیش کیا ۔۔۔ باقی

تمام کے تمام وکلاء سب نوجوان احمدی تھے اور اپنی عمر کے اس دور سے گزر رہے تھے کہ اگر ایک ماہ بھی ان کی پریکٹس میں وقفہ پڑ جائے تو ساری گذشتہ محنت رائگاں جاتی۔

چیف جسٹس حکومت آزاد کشمیر کا اعتراف

چیف جسٹس آزاد کشمیر ہائی کورٹ جناب محمد یوسف صاحب صراف نے اپنی گراں قدر تصنیف (انگریزی) "کشمیری ز فائٹ فار فریڈم" میں تمام وکلاء کے اسماء گرامی (مع علاقہ) تذکرہ کیا ہے جو صدر کشمیر کمیٹی نے اس مقصد کے حصول کے لئے کشمیر روانہ کئے۔ (صفحہ ۴۹۰) اس کے مطابق شیخ بشیر احمد (جو بعد میں لاہور ہائی کورٹ کے جج ہوئے) چوہدری عزیز احمد باجوہ، میر محمد بخش، چوہدری محمد اسد اللہ خان، سر محمد ظفر اللہ خاں، شیخ محمد احمد صاحب مظہر، قاضی عبدالحمید ایڈووکیٹس صاحبان وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ کمیٹی کی طرف سے سمندر پار ممالک میں پراپیگنڈہ

جناب چیف جسٹس حکومت آزاد کشمیر، کے مطابق، کشمیر کمیٹی کی تشکیل کی ایک غرض سمندر پار ممالک میں کشمیری مسلمانوں کی مظلومیت کی کہانی پہنچانا بھی تھا۔ (ایضاً ۴۵۶)
اس ضمن میں ڈاکٹر سلام الدین نیاز سابق وزیر قانون حکومت آزاد کشمیر "ان کی داستان کشمیر" میں لکھتے ہیں،

"۔ صدر کمیٹی (حضرت امام جماعت احمدیہ۔ ناقل) نے اپنے وسیع وسائل اور ذرائع کو کام میں لاتے ہوئے نہ صرف ریاست اور ہندوستان میں بلکہ سمندر پار ملکوں میں بھی کچھ ایسے انداز سے تشہیر و اشاعت کرائی۔ جس سے جرائد۔ عمائد اور حکمران بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور کشمیریوں کی مظلومیت زبان زدعام ہو گئی۔ برطانوی پارلیمنٹ میں سوال ہونے شروع ہو گئے ..... اور بعض ممبروں نے ہر طرح کی امداد کا وعدہ بھی کیا۔" ص ۱۹

احمدی، غیر احمدی کارکنان، میدان عمل میں

کشمیر کمیٹی "آل انڈیا" بنیاد پر استوار کی گئی تھی۔ اس دور میں برصغیر میں مسلمانوں کی تعداد ۷ کروڑ بتائی جاتی تھی۔ اگر احمدیوں کی تعداد ۴ لاکھ تصور کر لی جائے تو غیر احمدی مسلمان، احمدیوں سے ۱۷۵ گنا زیادہ تھے۔ ظاہر ہے کشمیری مسلمانوں کی مالی، قانونی، طبی امداد میں ان کا حصہ بھی ۱۷۵ گنا بنتا تھا۔۔۔ مگر عملاً کیا ہوا؟

مالی میدان میں مئی ۱۹۳۲ء تک ۳۳ ہزار روپے جمع ہوئے۔ اس میں صرف ۷ ہزار روپیہ ان ۷ کروڑ غیر احمدی مسلمانوں کی طرف سے پیش کیا گیا۔ قانونی میدان میں ہر ۱۰۰ غیر احمدی مسلمان وکلاء کے مقابلہ میں ایک احمدی وکیل تھا۔ مگر کشمیری ماخوذین کے مقدمات کی پیروی کیلئے جہاں مختلف وقتوں میں احمدیوں کے درجن بھر وکیل میدان عمل میں اترے وہاں غیر احمدیوں کی ۷ کروڑ کی نفری والے کیمپ سے صرف ایک وکیل سامنے آیا وہ بھی معمولی عرصہ کے لئے

تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کشمیریوں کی مظلومیت کی تشہیر کا مسئلہ ہو یا طبی میدان میں زخمیوں کی دیکھ بھال کا معاملہ۔ کم و بیش ہر محاذ پر یہی نسبت تناسب نظر آتا ہے۔
اسی وجہ سے مصنفین کو بادل نخواستہ یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ کشمیر کمیٹی کے ______ روح رواں" احمدی ہی تھے۔

اصل روح رواں

چنانچہ "۔ اقبال کا سیاسی کارنامہ" کے مصنف جناب محمد احمد خاں کے مطابق،

o --- "کشمیر کمیٹی کے **اصل** کام کرنے والے حضرات یہی (یعنی احمدی۔ ناقل) تھے (صفحہ ۱۸۴ مطبوعہ ۱۹۵۲ء)

o --- "ذکر اقبال" کے مصنف مولانا عبدالمجید سالک لکھتے ہیں،

" مرزا صاحب کے احباب و مریدین ہی کمیٹی کے **اصل** کارکن تھے۔..... اور کوئی کارکن تھے ہی نہیں" (ص ۱۷۴۔ مطبوعہ ۱۹۵۵ء)

O --- "مسئلہ کشمیر" کے مصنف ممتاز احمد (نظرثانی از ابو الاعلیٰ صاحب مودودی) رقمطراز ہیں،

"قادیانی ہی کشمیر کمیٹی کے روح رواں تھے۔ ۶۸ مطبوعہ ۱۹۷۰ء

حضرت امام جماعت احمدیہ۔

مسلمانانِ کشمیر کی جلدبازی

جب اس طرح کوئی فیصلہ نہ ہوا تو گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک والیٔ ریاست کو اس غرض کے لیے مقرر کیا کہ کسی طرح اس جھگڑے کا وہ فیصلہ کروا دیں۔ انہوں نے میری طرف آدمی بھیجے اور کہا کہ جب تک آپ دخل نہیں دیں گے یہ معاملہ کسی طرح ختم نہیں ہوگا۔ میں نے کہا مجھے تو دخل دینے میں کوئی اعتراض نہیں۔ میری تو اپنی خواہش ہے کہ یہ جھگڑا دور ہو جائے۔ آخر ان کا پیغام آیا کہ آپ دہلی آئیں۔ میں دہلی گیا۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بھی میرے ساتھ تھے۔ دو دفعہ ہم نے کشمیر کے متعلق سکیم تیار کی اور آخر گورنمنٹ آف انڈیا کے ساتھ فیصلہ ہوا کہ ان ان شرائط پر صلح ہو جانی چاہیئے۔ اُسوقت کشمیر میں بھی یہ خبر پہنچ گئی اور مسلمانوں نے سمجھا کہ اگر ہم نے فیصلہ میں دیر کی تو تمام کریڈٹ جماعت احمدیہ کو حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ پیشتر اس کے کہ ہم اپنی تجاویز کے مطابق تمام فیصلے کروا لیتے۔ مسلمانوں نے اُن سے بہت کم مطالبات پر دستخط کر دیئے حالانکہ ان سے بہت زیادہ حقوق کا ہم گورنمنٹ آف انڈیا کے ذریعہ فیصلہ کروا چکے تھے۔

مرزا صاحب کے وسیع اور لامحدود اختیارات

- کمیٹی کے ممبران کی تعداد ۶۳ تھی اور اس میں صرف ۸ یا ۹ کے قریب احمدی ممبر تھے۔
- کمیٹی کے اجلاس منعقد کئے جاتے تھے ان میں حاضر زعما کی غالب اکثریت غیر احمدی مسلمانوں پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔
- حضور کی ہدایت پر اجلاسوں کی کاروائی اخبار میں بھی شائع کر دی جاتی تھی تاکہ ہر موافق و مخالف طبقہ کو کمیٹی کے ممبران کی کارکردگی سے اطلاع ہوتی رہے۔
- وزراء، گورنر اور وائسرائے سے ملاقات کے لئے بھجوائے جانے والے وفود میں بھی غیر احمدی مسلمانوں کی اکثریت ہوتی۔
- اندرون کشمیر حالات کا جائزہ لینے والے وفود میں بھی اکثریت غیر احمدی مسلمانوں کی تھی۔
- جمع شدہ سرمایہ کو بنک سے نکالنے کے اختیارات بھی علامہ اقبال کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔

گویا غیر احمدی حضرات کی اکثریت پالیسی وضع کرتی --- کام کا رخ متعین کرتی۔ اور جہاں تک اس پالیسی کے مطابق جانی، مالی، قانونی، اور طبی قربانیوں کے نذرانے پیش کرنے کا تعلق ہے اس کی سعادت زیادہ تر احمدیوں کے حصہ میں آتی۔ مصنف زندہ رود نے ایثار و قربانی کی اس صورت حال کا نام۔ "مرزا صاحب کے وسیع اور لامحدود اختیارات ---" رکھا ہے۔

راقم کی رائے میں یہ امر ان معنوں میں بالکل درست ہے۔ جن معنوں میں والدین کو اپنے بچوں کے بارے میں وسیع اور لامحدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کو تعلیم دلوانے۔ ان کے لباس ان کے خورد و نوش کے سامان مہیا کرنے کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ ان کی بیماری پر راتوں کو جاگتے ہیں۔ غرض کہ ان کی ہر قسم کی --- "گتھیوں کو سلجھانے" کے لئے ہر دم فکر مند رہتے ہیں --- مگر کوئی صائب الرائے شخص قربانیوں اور ایثار کے اس "وسیع اور لامحدود" دائرہ عمل پر چیں بجبیں نہیں ہوتا۔ نہ اسے کبھی یہ فکر دامنگیر ہوتا ہے کہ اس دائرہ کو لامحدود اختیارات کہہ کر اس پر قدغن لگانے کے لئے افراد خانہ کا اجلاس بلائیں۔

فرقہ واریت کا فتنہ

برصغیر میں کشمیر کے مسئلہ کے حل کے لئے سب سے پہلے جو جماعت منظم اور ہمہ گیر صورت میں سامنے آئی۔ وہ "آل انڈیا کشمیر کمیٹی"۔۔ تھی
۔۔ یہ کمیٹی آل انڈیا مسلم کانفرنس کی تسلیم شدہ تھی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کو شروع میں ہی دشمن کی چال سے آگاہ کر دیا تھا کہ مسلم دشمن عناصر' احمدی غیر احمدی' بریلوی دیوبندی یعنی فرقہ واریت کا سوال اٹھا کر تفرقہ پیدا کرنا چاہیں گے۔ آپ دشمنوں کے فریب میں نہ آئیں۔ مسلم اکابرین نے اندازہ کر لیا کہ حضور کا یہ اندیشہ درست ثابت ہوا ہے۔ ریاست کے حکام نے بڑی ہوشیاری سے مسلمانوں میں "احمدی غیر احمدی" کا سوال پیدا کر کے تفرقہ ڈلوایا اور یہ کام بھی خود مسلمانوں سے ہی لیا ۔۔۔

ڈاکٹر سلام الدین نیاز سابق وزیر قانون حکومت آزاد کشمیر لکھتے ہیں۔۔

"کشمیر کمیٹی نے علامہ اقبال ..... کے ذریعہ انتہائی کوشش کی کہ مسلمانان کشمیر مل کر کام کریں لیکن چند لگے بندھے یہ تہیہ کئے ہوئے تھے کہ بہرحال مخالفت کرنی ہے۔ چاہے اس کے نتیجہ میں مظلومین کشمیر کا نقصان ہی کیوں نہ ہو انہوں نے غلط افواہیں پھیلا کر فرقہ وارانہ جذبات کو بھڑکا کر نفرت کی فضا پیدا کرنی شروع کر دی جس کو مسلم اکابرین نے قابل مذمت گردانتے ہوئے تمام ہمعصر اخبارات و جرائد کو ایک بیان جاری کیا"۔

مسلم زعماء کا بیان

"۔ بعض مضبوط قرائن سے یہ اندیشہ پیدا ہو رہا ہے کہ حکام ریاست کشمیر' مسلمانوں کی قوت کو توڑنے کے لئے یہ حربہ استعمال کرنے کے درپے ہیں کہ ان کے اندر فرقہ وارانہ سوال پیدا کریں .... اور مسلمانوں کے "اتحاد عمل" کو نقصان پہنچائیں ..... ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اب تک مختلف قومی تحریکات میں جب کبھی مسلمانوں نے متفق اور متحد ہو کر ہم آہنگ

ہو کر پوری طاقت کے ساتھ کسی مہم کو ہاتھ ڈالا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ فتح و نصرت نے ان کا خیر مقدم کیا ہے۔

مسئلہ کشمیر ایک مہتم بالشان اسلامی مسئلہ ہے۔ کسی قسم کے فرقہ وارانہ خیالات کی وجہ سے اس کو کسی قسم کا ضعف پہنچانا' اسلام کے ساتھ' غداری ہے۔

۱۔ (خان بہادر) رحیم بخش ۲۔ (میاں) نظام الدین ۳۔ (میاں) عبدالعزیز' پریذیڈنٹ لاہور میونسپل کمیٹی ۴۔ (خان صاحب) میاں امیرالدین میونسپل کمشنر ۵۔ (مولانا مولوی) محمد علی ۶۔ (ڈاکٹر خلیفہ) شجاع الدین بیرسٹرایٹ لاء ۷۔ سید محسن شاہ ایڈووکیٹ ۸۔ (ڈاکٹر) مرزا یعقوب بیگ میونسپل کمشنر ۹۔ مولانا صدر الدین بی اے ۱۰۔ (مولانا) غلام مرشد ۱۱۔ (مولوی) غلام محی الدین' انجمن حمایت اسلام۔ لاہور ۱۲۔ شیخ عظیم اللہ ایڈووکیٹ سیکرٹری انجمن حمایت اسلام۔ لاہور ۱۳۔ (پروفیسر) سید عبدالقادر ۱۴۔ (پروفیسر) خواجہ دل محمد ۱۵۔ (مولانا) عبدالمجید سالک بی اے مدیر انقلاب۔ لاہور ۱۶۔ عبدالمجید ملک ایڈیٹر "ایسٹرن ٹائمز" لاہور۔ ۱۷۔ (مولوی) محمد یعقوب ایڈیٹر دی "لائٹ" لاہور ۱۸۔ (ایم) نور الحق آف "مسلم آؤٹ لک' ۱۹۔ (خانصاحب) آغا سید مراتب علی شاہ ۲۰۔ (چودھری) عبدالکریم میونسپل کمشنر ۲۱۔ (ایس) حسن میونسپل کمشنر ۲۲۔ سید سردار شاہ (خان بہادر) میونسپل کمشنر

تبلیغ احمدیت کا الزام

مصنف زندہ رود لکھتے ہیں،

"دو ایک برس میں احمدی ارکان پر الزام لگا کر کہ وہ کشمیر کمیٹی کو احمدیت کی تبلیغ ... کی خاطر استعمال کر رہے ہیں (صفحہ ۵۸۵) بجائے اس کے کہ الزام کو غلط ثابت کرنے کے لئے قدم اٹھائے جاتے ... مرزا بشیر الدین محمود نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا" (صفحہ ۵۸۶)

تجزیہ و تبصرہ

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ امر ذہن میں رکھئے گا کہ کشمیر کمیٹی کے ۶۳ ممبران تھے۔ ان میں غالب اکثریت غیر از جماعت دوستوں اور غالب اقلیت احمدی ارکان پر مشتمل تھی۔ مصنف کو واضح کرنا چاہئے تھا کہ ان ۶۳ ممبروں میں سے کس نے کس آئینی اجلاس میں یہ الزام لگایا کہ احمدی ارکان، کشمیر کمیٹی کو احمدیت کی تبلیغ کی خاطر استعمال کر رہے ہیں۔ راقم کے نزدیک چونکہ یہ بے حقیقت الزام تھا۔ اس لئے بغیر کسی ممبر کا نام لئے اور بغیر کسی آئینی اجلاس کا حوالہ دیئے یہ کہہ کر کہ دو ایک سال میں احمدیوں پر الزام لگا مصنف کی طرف سے بات کو گول مول رکھنا ہی مناسب سمجھا گیا۔

حالانکہ --- جب کشمیر کمیٹی پر ایک سال گزرا تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے از خود ممبران کمیٹی سے کہا کہ وہ ایک سال صدر رہ چکے ہیں۔ لہٰذا اب مناسب ہے کہ کوئی دوسرا شخص صدر منتخب ہو۔"

لیکن کمیٹی کے ممبروں نے اس وقت یہی مناسب سمجھا کہ نیا انتخاب نہ ہو۔ اور میرزا صاحب ہی صدر رہیں۔ (روزنامہ انقلاب ۱۳ر مئی ۱۹۳۳ء)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اراکین خلوص نیت کے ساتھ صاحب صدر کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ جب صاحب صدر کے نوٹس میں یہ بات آئی کہ کانگریس کے ہمنوا احرار اور مولانا ظفر علی خاں وغیرہ کشمیر کمیٹی کو سبوتاژ کرنے کے لئے احمدیوں پر "تحریک کشمیر" کی آڑ میں "تبلیغ احمدیت" کا الزام لگا رہے ہیں۔ اور یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ "۳۲ لاکھ کشمیری مسلمان (احمدیت قبول کر کے) کفر و ارتداد کا شکار ہو جائیں گے۔" تو آپ نے اس کا فوری جواب

دیا اور پبلک جلسہ میں دیا اور علامہ اقبال سمیت پوری کشمیر کمیٹی کی طرف سے بحیثیت "صدر کشمیر کمیٹی" فرمایا،

محترم صدر صاحب کا بیان

"آخر سوچنا چاہئے۔ یہ کیا ہوا چلی کہ مذہبی لیڈر، علوم دینیہ کے ماہر، آزادی و حریت کے رہنما۔ فلسفہ و شعر میں کمال رکھنے والے (علامہ اقبال کی طرف اشارہ ہے۔ ناقل) سب کے سب نے مل کر یکدم فیصلہ کر لیا کہ آؤ ایسا دھوکہ کریں کہ سب دنیا احمدی ہو جائے۔ میرے پاس وہ کونسا جادو تھا کہ ان سب کو میں نے اس سازش میں شریک کر لیا ..... اگر ان لوگوں کو اس تحریک میں احمدیت کا ذرا بھی اثر نظر آتا تو ان کو کیا مجبوری تھی کہ میرے ساتھ اس طرح شامل ہو جاتے۔ اگر مخالفت کا موقع ہوتا تو یقیناً یہی (باخبر اور بااثر۔ ناقل) لوگ مخالفت کرتے جو اس وقت میرے ساتھ ہیں۔ الخ

کیا اس زبردست پبلک تردید پر علامہ یا حلقہء اقبال یا ۶۳ ممبروں میں سے کوئی فرد بولا؟ جواب ہے۔ نہیں۔ بلکہ انہی ایام میں کشمیر کمیٹی کا ایک ہنگامی اجلاس مورخہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۱ء لاہور میں منعقد ہوا۔ جس کی خبر الفضل ۲۰ر اکتوبر صفحہ اول پر شائع شدہ موجود ہے۔ کشمیر کمیٹی کے چودہ ارکان نے خود حاضر ہو کر اور ۹ ارکان نے بذریعہ تحریر، ایجنڈا کی تجاویز کے ساتھ رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے پوری کشمیر کمیٹی کی طرف سے "صدر کمیٹی" پر اپنے "کامل اعتماد" کا اظہار کیا اور مسلمانان کشمیر کے معاملہ میں حضور کی "بے غرضانہ خدمات" کو زوردار الفاظ میں سراہا۔

اخبار زمیندار اور مجاہد کی کذب بیانیوں کا اعتراف

غالباً مصنف زندہ رود نے کانگریس کے ہمنوا مولانا ظفر علی خاں کے اخبار "زمیندار" کی تحریروں پر اعتماد کر کے یا بعد کے احراری اخبار "مجاہد" کے اداریوں کا مطالعہ کر کے احمدیہ جماعت پر نکتہ چینی کی ہے ---- مگر واضح رہے کہ ان پرچوں کے کاروبار کی بنیاد اکثر و بیشتر جھوٹ اور کذب و افترا پر تھی۔ چنانچہ "کاروان احرار" کے مصنف ان اخباروں کا اندرونہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

" ۔ مجاہد " اخبار ابتدا میں ۴ صفحات پر شائع ہونا شروع ہوا ۔ ماسٹر تاجدین انصاری اس کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے اور جواب آں غزل کے طور پر روزنامہ " زمیندار " کا جواب الجواب شروع ہوا ۔ اگر " زمیندار " ایک جھوٹ شائع کرتا تو " مجاہد " چار جھوٹ بنا کر شائع کرتا ۔ عوام ہر صبح اس کے منتظر رہتے ۔ دیکھتے ہی دیکھتے ' " مجاہد " کی اشاعت ' دس ہزار کے قریب پہنچ گئی " ۲۲ ؎ (صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ ۱۹۷۷ء جلد نمبر ۲)

راقم عرض کرتا ہے کہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں تو " تبلیغ احمدیت " والا اعتراض اقبال یا حلقہ ء اقبال کو ویسے ہی زیب نہیں دیتا تھا ۔ اندرون ہند ' احمدیہ جماعت کی اشاعت اسلام کی کاوشوں سے تو اقبال گذشتہ ۔ ۳۰ سال سے آگاہ تھے ۔ اکتوبر ۳۱ء میں احمدیہ بیت الصلوۃ لندن میں انگریز نومسلموں سے قرآن پاک کی تلاوت سن کر ' ان کی اسلام سے عقیدت و محبت کے نظارے دیکھ کر احمدیوں کے بیرون ہند ' اشاعت اسلام کے جوش سے بھی آپ واقف ہو چکے تھے ۔ اب آپ اپنے حلقہ احباب میں یہ اعتراف کرنے لگے تھے کہ

" ۔ اشاعت اسلام کا جوش " جو ان (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ۔ ناقل) کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے ۔ قابل قدر ہے ۔ " ۲۳ ؎

راقم عرض کرتا ہے کہ اگر اس (۱۹۳۲ء کے) دور میں کشمیر کے ۳۲ لاکھ ' مسلمان ' احمدیت میں داخل ہو بھی جاتے تو اقبال کے نزدیک یہ خطہ " اسلام کی اشاعت کا جوش رکھنے " والے مجاہدین کا مسکن بن جاتا ۔ بتایئے ۔ اس پر کسی کو اعتراض کی کیا گنجائش ہے ؟

ہم عرض کر چکے ہیں کہ کشمیر کمیٹی کے ارکان ' حالات کا جائزہ لینے کے لئے اندرون کشمیر کے دورے بھی کرتے تھے ۔ پھر اس کی رپورٹیں کمیٹی کے اجلاس میں پیش ہوتی تھیں ۔ دورے کرنے والوں کی اکثریت غیر احمدی حضرات پر مشتمل ہوا کرتی تھی اور کمیٹی کے اجلاسوں میں بھی غالب اکثریت انہی کی تھی ۔۔۔ بتایا جائے کبھی ان رپورٹوں میں ۳۲ لاکھ کشمیری مسلمانوں کو احمدیت میں داخل کرنے کی کاوشوں کا اشارۃً" بھی ذکر آیا ؟

کیا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام انگریزوں کی شہ پر تھا ؟

ہفت روزہ " زندگی " لاہور (کشمیر نمبر) نے جماعت اسلامی کے " ممتاز احمد " کی کتاب " کشمیر کا مسئلہ " (نظر ثانی از مولانا ابو الاعلیٰ مودودی) ۔۔ اپنے پرچہ میں شائع کی ہے ۔ جس میں

مصنف نے دراز کار تاویلوں اور طویل بحث کے بعد نتیجہ " لکھا ہے '

" ۔ قادیانیوں کا " آل انڈیا کشمیر کمیٹی " ۔ قائم کرنا دراصل انگریزوں ہی کی شہہ پر تھا " ۲۴؎

راقم عرض کرتا ہے کہ مصنف " زندہ رود " کے نزدیک چونکہ یہ الزام بالکل بے حقیقت تھا اس لئے انہوں نے اس کا ذکر کرنے سے اجتناب کیا ہے ۔ وہ اس سادہ سی حقیقت کو جانتے تھے کہ اگر اس الزام میں راستی کا شائبہ بھی ہوتا تو ۔ اقبال ' مہر ' سالک ' سر رحیم بخش ' سر ذوالفقار علی خان ' خواجہ حسن نظامی ' مولانا حسرت موہانی وغیرہ " آل انڈیا سطح کے لیڈر " اس انکشاف سے کیونکر بے خبر رہتے ۔ جن خبروں کا مرزا صاحب کے ساتھ لمبے عرصہ تک کام کرنے والے باخبر حضرات کو علم نہ ہو سکا ۔ وہ اچھرہ کی ایک کوٹھی میں چالیس سال کے بعد کیسے پہنچیں ؟ اس کے متعلق راقم کچھ عرض کرنے سے قاصر ہے ۔ مدیر " زندگی " ہی اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں ۔

انگریزی افواج اور علامہ اقبال

جب کشمیر سے برطانوی افواج واپس جانے لگیں ۔ تو آل انڈیا مسلم کانفرنس (صدر علامہ اقبال) نے خس کم جہاں پاک کہنے کی بجائے فریاد کی کہ ہمیں انگریزی افواج کی شدید ضرورت ہے ۔ ان کے بغیر مسلمانوں کے لئے کشمیر میں امن کی کوئی راہ نہیں ۔۔ راقم اس موقعہ پر مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کی قرار داد پیش کرنا چاہتا ہے ۔

یکم فروری ۳۲ء " برطانوی افواج ۔ اس کمیٹی کی رائے میں برطانوی افواج کی (کشمیر سے ' ناقل) واپسی قبل از وقت تھی ۔ جس کے تحت غیر مسلح مسلمان آبادی جذبہ ء انتقام سے پر ڈوگرہ کے رحم و کرم پر رہ گئی ۔ اور جس کا نتیجہ موجودہ افسوسناک صورت میں نکلا ۔۔۔ یہ کمیٹی حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ وہ کشمیر میں ازسرنو برطانوی افواج بھیج دے جو وہاں اس وقت تک رہیں ۔ جب تک کہ تمام مصائب ختم نہ ہو جائیں ۲۵ ؎

مصنف " کشمیر کا مسئلہ " اور ایڈیٹر ہفت روزہ " زندگی " کو معلوم ہونا چاہئے کہ کشمیر کمیٹی کا قیام ' انگریزوں کی شہہ پر قرار دینا ۔ علامہ اقبال کے نزدیک " ہندووانہ ذہنیت " ہے ۔ چنانچہ علامہ نے مارچ ۳۲ء میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے خطبہ میں اس الزام کا منہ توڑ جواب

دیا۔ فرمایا‘

"۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی (بذریعہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ ناقل) اپنے کشمیری بھائیوں سے فطری ہمدردی کا ردعمل یہ ہوا کہ ہندوؤں نے (ریاست کشمیر کے۔ ناقل) ایک ظالم نظام کے دفاع کی کوشش کی اور سارا الزام "پان اسلامی سازش" اور کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے برطانوی منصوبوں کے سر پر دھر دیا (حالانکہ) اخباری رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ.... جموں میں حکومت بالکل بے بس ہے اور جتنا کچھ (امن و سکون۔ ناقل) ہے۔ برطانوی افواج کی موجودگی کی وجہ سے ہے" ۲۶ ؎

۳۲ لاکھ کی نفری کو احمدی بنانا

علامہ اقبال نے ۱۹۳۵ء میں پنجاب میں (مردم شماری کی رو سے) احمدیوں کی تعداد ۵۶ ہزار لکھی ہے (گو حقیقتاً زیادہ تھی) بہرحال یہ تعداد گذشتہ نصف صدی کی بھرپور کاوش کا نتیجہ تھی۔ بتایئے! کشمیر میں بھجوائے جانے والے چند رضاکار یا وکلاء جنہیں مقدمات سے سر کھجانے کی بھی فرصت نہ تھی‘ کے ذریعہ اک قلیل عرصہ میں ۳۲ لاکھ غیر احمدیوں کو احمدیت میں کیسے داخل کیا جا سکتا تھا؟

عملاً کتنے "غیر احمدی" احمدی ہوئے

اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے والوں کی تعداد باقاعدگی کے ساتھ سلسلہ احمدیہ کے ریکارڈ میں شائع ہوا کرتی تھی۔ ۳۲-۱۹۳۱ء کی صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ مختلف صوبوں سے احمدی ہونے والوں کی تعداد درج ہے اس سال کشمیر کے حلقہ سے بیعت کرنے والوں کی تعداد ۶۷ ہے۔ بحوالہ رپورٹ مبلغ کشمیر مولوی عبدالواحد صاحب ۲۷ ؎

پھر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اگر چند وکلاء یا رضاکار ۳۲ لاکھ غیر احمدیوں کو احمدیت میں داخل کر سکتے تھے اور تحریک آزادی میں حصہ لینے کی بجائے "تبلیغ احمدیت" ہی ان کی غرض و غائت تھی تو حضور کے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہو جانے کے بعد کیا امر مانع تھا۔۔ انہوں نے اتنا سود مند تبلیغی کام کیوں جاری نہ رکھا۔۔۔ کچھ عرصہ کشمیر میں مزید قیام کرتے

اور ۳۲ لاکھ نہ سہی ۲۰-۲۵ لاکھ کو احمدیت میں داخل کر کے واپس چلے آتے۔

حقیقت یہ ہے‘ اس نوع کا الزام حقیقت پر مبنی نہیں۔

احرار کس بات پر بدکے

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ (وزیراعظم کشمیر۔) اپنی سوانح عمری "آتش چنار" میں لکھتے ہیں :-

..... ان ہی دنوں (کشمیری) مسلم نمائندگان‘ مہاراجہ کے سامنے اپنے مطالبات کو پیش کرنے کے لئے ایک عرضداشت مرتب کر رہے تھے۔ مجلس احرار کی سیاسی لائن‘ نمائندگان کے اجلاس میں زیر بحث آئی اور مسترد ہو گئی۔ اس کے مقابلے میں یہ عرضداشت (آل انڈیا) کشمیر کمیٹی (صدر حضرت امام جماعت احمدیہ۔ ناقل) کے نظریات سے زیادہ ہم آہنگ ۲۔ تھی۔ احراری حضرات اس بات سے بدک گئے اور لاہور جا کر انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ ہم قادیانیوں کے زیر اثر ہیں۔ اور کشمیر کمیٹی کے سربراہ مرزا محمود احمد صاحب جو احمدی فرقے کے بانی مرزا غلام احمد صاحب کے پوتے (پوتے نہیں صاحبزادے۔ ناقل) تھے۔ تحریک کشمیر کو قادیانی عقیدے کا مرکز بنانا چاہتے ہیں۔ احرار صاحبان نے اس بات پر زور دینا شروع کر دیا۔ کہ فتنہ قادیانیت کے سدباب کے لئے کشمیر کمیٹی کو قادیانیوں سے پاک کیا جانا چاہئے اور کسی غیر قادیانی مسلمان کو کشمیر کمیٹی کی صدارت سونپ دینی چاہئے۔ احراریوں نے قادیانیوں کے خلاف اپنی ساری قوت میدان میں جھونک دی..... ذاتی طور پر مجھے مجلس احرار کی روش سے اختلاف تھا اور میں اسے کشمیری مسلمانوں کے مفادات کے لئے خطرناک سمجھتا تھا...... میں عقیدتاً احمدیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس فرقہ کے بنیادی عقائد کا نہ زیادہ علم ہی تھا اور نہ ان سے دلچسپی ہی تھی (صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۳)

راقم عرض کرتا ہے کہ دلچسپی اور علم تو تب ہوتا جب حضرت امام جماعت احمدیہ‘ جن کے ساتھ شیخ صاحب کی ملاقاتیں رہیں یا حضور کے بھجوائے ہوئے وکلاء اور نمائندگان جو رات دن‘ شیخ صاحب کے ہمراہ رہتے یا ان سے رابطہ رکھتے تھے‘ نے کبھی شیخ صاحب کو "تبلیغ احمدیت" کی ہوتی۔ اتنا قریب ہوتے ہوئے شیخ صاحب تو اس بات سے بھی بے خبر تھے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ‘ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے صاحبزادے ہیں نہ کہ پوتے۔

احرار ' آن کو دے

" احرار نے صدر محترم سے " مذہبی امور " کو وجہ اختلاف بتایا - مگر حیرت ہے جن لوگوں نے نہرو ' گاندھی اور پٹیل کو اپنا سیاسی لیڈر تسلیم کیا ہو وہ ایک کلمہ گو کی قیادت میں کیوں کام نہ کر سکتے تھے ؟

" - تحریک آزادی کشمیر کو سبوتاژ کرنے کے لئے کانگریس نے اپنی باجگزار مجلس احرار کو آلہ کار بنایا - اس کا ثبوت احرار کی ایک کتاب " رئیس الاحرار " سے بھی ملتا ہے - اس میں احراری لیڈر حبیب الرحمن لدھیانوی لکھتے ہیں -

" - میں ' مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری و شیخ حسام الدین ... نے کانگریسی لیڈروں سے اور خاص کر مولانا ابو الکلام آزاد سے کشمیر کے مسئلے میں بات کی .... "

" - ہم نے موجودہ کشمیر کمیٹی (جس کے سربراہ جماعت احمدیہ کے امام تھے - ناقل) کی سیاسی سازش - ڈاکٹر اقبال کی کشمیر کمیٹی میں شمولیت ..... کے بارے میں (کانگریس کے صدر) مولانا آزاد سے تفصیلی گفتگو کی تو مولانا آزاد نے سب باتیں سن کر کہا کہ احرار کو فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے مسئلہ کشمیر کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے - " ۲۸ ؎

گویا احرار کی تحریک آزادی کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی مہم کے لئے مارچنگ آرڈر کانگریس کے مولانا آزاد سے ملے اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے درکار فنڈز بھی وہیں سے ملے ہوں گے -

ان آرڈروں کی تعمیل کے لئے یہ عذر تراشا گیا کہ کشمیر کمیٹی کی وجہ سے کشمیر کے ۳۲ لاکھ مسلمان ' مرزائی ہو جائیں گے -- اس لئے کمیٹی کے موجودہ صدر کو " صدارت " سے ہٹا دیا جائے -

تحریک کشمیر کی قیادت سے جماعت احمدیہ کے امام کو ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں لینے کے لئے علامہ اقبال کو احمدیوں سے برگشتہ کرنا بھی ضروری تھا - چنانچہ اس ضمن میں ان لوگوں نے قابل ذکر مساعی کی - احرار کے ایک ماہنامے نے اس سلسلہ میں حسب ذیل انکشاف کیا ہے -'

احرار - اقبال ملاقاتیں

" - حضرت امیر شریعت (سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری) ڈاکٹر اقبال کو مرشد اور ڈاکٹر

اقبال ' حضرت شاہ صاحب کو پیر جی کیا کرتے تھے - کشمیر کمیٹی کے سلسلہ میں ان دونوں کے درمیان چوہدری افضل حق کی معیت میں " کئی ملاقاتیں " ہوئیں اور طے پایا کہ بشیر الدین محمود احمد اور عبدالرحیم درد کو اگر ان کی موجودہ ذمہ داری سے نہ ہٹایا گیا تو کشمیر کے ۳۲ لاکھ مسلمان کفر و ارتداد کا شکار ہو جائیں گے - لہٰذا بہتر ہے کہ تحریک آزادی کشمیر کی باگ ڈور مجلس احرار کے سپرد کر دی جائے - (" تبصرہ " اکتوبر ۶۵ء)

احرار - اقبال مفاہمت

- ایک تو احمدیوں کے خلاف بڑے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کئے جانے لگا کہ احمدی کشمیر میں کوئی کام نہیں کر رہے - صرف تبلیغ احمدیت پر زور دے رکھا ہے -

- دوسرے علامہ کو کشمیر کمیٹی سے علیحدہ کرنے کی خاطر ان سے مفاہمت کرنے کی کوشش کی جانے لگی - چنانچہ

مصنف زندہ رود کو تسلیم ہے لکھتے ہیں '

" - عین ممکن ہے کہ احراریوں نے احمدیوں کے خلاف ان (اقبال) سے مفاہمت کرنے کی کوشش کی ہو - " (صفحہ ۵۸۹)

پھر لکھتے ہیں '

" - کشمیر کمیٹی کے دوران ممکن ہے اقبال نے احراری رہنماؤں سے مفاہمت کرنے کے بعد ان کی حوصلہ افزائی (بھی) کی ہو - (ایضاً)

حضرت امام جماعت احمدیہ کا دورِ صدارت اور شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے بعض تاریخی مکاتیب

بے غرضانہ خدمات کا اعتراف

تحریک آزادی کے دوران شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب (بعد میں وزیراعظم کشمیر) نے حضرت امام جماعت احمدیہ صدر کمیٹی کی خدمت میں متعدد خطوط روانہ کئے۔ جن میں سے کچھ محفوظ رہ گئے اور تاریخ احمدیت جلد نمبر۶ (مطبوعہ ۱۹۶۵ء) (مصنفہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد) میں شائع کر دیئے گئے۔ یہ خطوط حریت کشمیر کی مستند تاریخ ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ تحریک کے اصل ہیرو کون تھے؟ اور ان کے مقاصد کتنے بے لوث اور بے غرضانہ تھے۔

۲۷ر جنوری ۱۹۳۲ء کو سری نگر سے شیخ عبداللہ صاحب اور ان کے رفقاء کی گرفتاری اور مفتی ضیاء الدین صاحب کے جبریہ اخراج کی خبریں قادیان پہنچیں تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے بحیثیت صدر کشمیر کمیٹی ایک طرف مہاراجہ کشمیر کو اور دوسری طرف وائسرائے ہند کو تاریں دیں۔ اس ضمن میں آپ کو طویل جدوجہد کرنا پڑی۔ بالاخر جب شیر کشمیر اور آپ کے ۳۵ دوسرے رفقا ۵ر جون ۳۲ کو رہا ہوئے تو شیر کشمیر نے حضور کی **بے لوث خدمات** کے متعلق حضور کی خدمت میں درج ذیل خط لکھا'

مکرم و معظم حضرت میاں صاحب   السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

"۔ سب سے پہلے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔

اس بے لوث اور بے غرضانہ کوشش اور جدوجہد کے لئے جو آپ نے کشمیر کے درماندہ مسلمانوں کے لئے کی۔ پھر آپ نے جس استقلال اور محنت سے مسئلہ کشمیر کو لیا اور میری غیر موجودگی میں جس قابلیت کے ساتھ ہمارے ملک کے سیاسی احساس کو قائم اور زندہ رکھا۔ مجھے امید رکھنی چاہئے کہ آپ نے جس ارادہ اور عزم کے ساتھ مسلمانان کشمیر کے حقوق کے لئے جدوجہد فرمائی ہے۔ آئندہ بھی اسے زیادہ کوشش اور توجہ سے جاری رکھیں گے۔

میں ہوں آپ کا تابعدار

شیخ محمد عبداللہ

دراصل کشمیری زعماء کے دل گواہی دے اٹھے تھے اور ان پر آشکارہ ہو چکا تھا کہ حضور کے پیش نظر نہ "تبلیغ احمدیت" ہے نہ کوئی اور غرض۔ حضور کا **اصل مقصد**' بے لوث اور بے غرض خدمت کے سوا کچھ اور نہیں

۲۔ حضرت امام جماعت احمدیہ صدر کشمیر کمیٹی نے اہالیان کشمیر کو شیخ محمد عبداللہ صاحب کی گرفتاری کے دور میں سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے ایک انجمن بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ رہا ہو کر شیخ صاحب نے لاہور آ کر صدر محترم سے ہدایات لے کر سکیم مرتب کی اور پھر جولائی ۱۹۳۲ء میں ہی حضور نے شیخ صاحب کی مدد کے لئے شاہ ولی اللہ شاہ صاحب کو بھجوا دیا۔
پھر مولانا عبدالرحیم صاحب درد کے ذریعہ موٹر کار کی رقم بھجوا دی۔
شیخ صاحب نے کانفرنس میں اپنا فاضلانہ خطبہ پڑھنے کے علاوہ حضور کا پیغام بھی پڑھ کر سنایا۔ اس طرح مسلمانان کشمیر کی نمائندہ تنظیم "آل کشمیر مسلم کانفرنس" کی بنیاد پڑی۔ اس کے بل بوتے پر کشمیر اسمبلی کے لئے الیکشن لڑا گیا۔۔۔ کانفرنس کے اختتام پر شیخ صاحب نے حضور کی خدمت میں خط لکھا'

سری نگر۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء

جناب محترم میاں صاحب و ام اقبالہ'

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

"۔ نہ میری زبان میں طاقت ہے اور نہ میرے قلم میں زور اور نہ میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن سے میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئے کارکن مولانا (عبدالرحیم) درد۔ سید زین العابدین صاحب وغیرہ کا شکریہ ادا کروں۔ یقیناً اس عظیم الشان کام کا بدلہ جو کہ آنجناب نے ایک بے کس اور مظلوم قوم کی بہتری کے لئے کیا ہے صرف خدائے لایزال سے ہی مل سکتا ہے۔ میری عاجزانہ دعا ہے کہ خداوند کریم آنجناب کو زیادہ سے زیادہ طاقت دے تاکہ آنحضور کا وجود مسعود بے کسوں کے لئے سہارا ہو۔

شاید جناب عاجز سے ناراض ہوں کہ میں نے جناب کے ارشادات گرامی کے جواب دینے میں تساہل سے کام لیا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یقیناً یہ صریح گستاخی ہے مگر خدا کو حاضر جان کر میں جناب سے عرض کئے دیتا ہوں کہ میری گوناگوں پریشانیوں نے مجھے مجبور کر رکھا تھا...... ان حالات کے ہوتے ہوئے مجھے کامل یقین ہے کہ جناب مجھے معاف فرمائیں گے...... کانفرنس (۱۵ ر اکتوبر تا ۱۹ ر اکتوبر) بخیر و خوبی ختم ہوئی...... اخراجات تقریباً آٹھ ہزار آئے ہیں۔ پنڈال میں ڈیڑھ ہزار روپیہ خرچہ آیا۔ لاؤڈ سپیکر۔ بجلی وغیرہ کا اچھا انتظام تھا۔ الغرض جناب کی دعا سے کانفرنس نہایت کامیاب رہی ----- مفصل کاروائی جناب درد صاحب نے آنحضور کو بھیج دی ہو گی۔ میرا بھی خیال ہے پنجاب آنے کا۔ انشاء اللہ شرف قدم بوسی حاصل کروں گا---

احراری خیال کے چند افراد غلط پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ میں کشمیر کمیٹی کے ہاتھ کٹھ پتلی کا کھیل بنا ہوا ہوں۔ کبھی کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ بھی بدل گیا ہے مگر خداوند کریم بہتر جانتا ہے کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ اس لئے ہمیشہ ان کو ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب کی دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال ہوں گی۔ آخر مجھے اپنا بچہ سمجھتے ہوئے مجھے حق حاصل ہونا چاہئے کہ کبھی کبھی مجبوری کی وجہ سے جناب کی گستاخی کا بھی مرتکب ہو جاؤں اور پھر معافی بھی

طلب کروں۔ امید کرتا ہوں کہ جناب کا ارشاد گرامی جلد ہی میری تسلی کر دے گا......

جناب کا تابعدار

شیخ محمد عبداللہ

۲۹ء

S.M. Abdullah.

SRINAGAR 22nd Oct. ......

[illegible handwritten letter]

کشمیر کمیٹی کی صدارت سے حضرت امام جماعت احمدیہ کا استعفیٰ اور اس کا ردعمل

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسے حالات تھے جنکی وجہ سے حضرت امام جماعت احمدیہ کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہوئے۔ ہمیں اس سلسلہ میں احرار اور ریاسی آلہ کاروں کو کریڈٹ دینا پڑتا ہے کہ انہوں نے علامہ اقبال اور بعض اراکین کشمیر کمیٹی سے ملاقاتیں کر کے ان کے اور جماعت احمدیہ کے درمیان تعاون میں رخنہ ڈال دیا۔

علامہ انور کاشمیری کی مہاراجہ کشمیر سے فریاد

علماء نے بھی مہاراجہ کشمیر اور حکومت کے بعض کارندوں کے کان بھرے اور انہیں جماعت کے خلاف بھڑکایا۔ چنانچہ "سوانح علامہ محمد انور کاشمیری میں جو "نقش دوام" کے نام سے شائع ہوئی ہے لکھا ہے---

"علامہ انور شاہ کاشمیری نے مرزا صاحب کے (صدر کمیٹی، تقرر پر) اس تقرر کے خلاف اول تو خود مہاراجہ کشمیر کو اور کشمیر کے بعض ذمہ دار اشخاص کو اجتماعی خطوط لکھے" (ص ۵۸)

ریاستی حکام نے فرقہ بندی کو ہوا دی

ادھر ریاستی حکام بھی میدان میں کود پڑے تھے۔ وہ تفرقہ پیدا کرنے کے لئے ایک فریق کو ابھارتے ایک کو دباتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کشمیر میں حقوق حاصل کرنے کے بعد ان سے عملاً استفادہ کرنے کا مرحلہ آچکا تھا۔ خصوصاً اس موقع پر مذہبی فرقہ بندی کا جوش و خروش تحریک آزادی کشمیر کے لئے زہر قاتل تھا۔ فرقہ بندی 'مذہبی شے ہے اور کشمیر کا مسئلہ سیاسی تھا۔ بہرحال ریاستی حکام نے بھی اس فرقہ بندی سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ سابق وزیر قانون حکومت آزاد کشمیر "ان کہی داستان کشمیر" میں لکھتے ہیں:۔

"۔ مرزائیوں کے خلاف اس پروپیگنڈا مہم اور مذہبی منافرت سے حکومت کشمیر نے نہایت کامیابی سے کشمیریوں کی ہمدرد اور فعال جماعت" "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کے خلاف" بے بنیاد اور بے سروپا" باتیں مشہور کرنے کی کوشش کی (ماہنامہ شام و سحر لاہور جون ۸۲ صفحہ ۳۵)

"صدر غیر قادیانی ہوا کرے" "سول" کی خبر

حضور کی حیرت انگیز قیادت و صدارت کی بدولت پونے دو سال کے قلیل عرصہ کی جنگ کے بعد جو قوموں کی زندگی میں ایک سانس کی بھی حیثیت نہیں رکھتا، کشمیر کا صدیوں کا غلام آنکھیں کھول کر آزادی کی ہوا کھانے لگا اور قانوناً ابتدائی حقوق حاصل کرنے کے بعد عملاً ان سے استفادہ کرنے کی دوسری مہم کا آغاز ہو چکا تھا کہ عین اس وقت نیم سرکاری اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں یہ بیان شائع ہوا کہ کشمیر کمیٹی کے بعض ممبران نے صدر کمیٹی کو درخواست بھجوائی ہے کہ آئندہ کشمیر کمیٹی کا صدر "غیر قادیانی" ہوا کرے (پرچہ ۴ر مئی ۱۹۳۳ء)۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال سمیت بعض ارکان کی طرف سے ایک درخواست حضور کو بھجوائی گئی کہ عہدیداران کا نیا انتخاب ضروری ہے۔

حضور کا استعفیٰ، اجلاس کی روئداد

روزنامہ "انقلاب" کے ایڈیٹر مولانا غلام رسول مہر نے جو اس وقت آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری تھے ۔ا۔ اس اجلاس کی روئداد جس میں حضور مستعفی ہوئے، ۱۳ر مئی ۱۹۳۳ء کے اخبار میں شائع کی۔ اور اس درخواست کے متعلق لکھا:۔

"۔ یہ واقعہ ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے چند لاہوری ممبروں نے جن کی تعداد ۱۳ تھی اس مضمون کی ایک درخواست صاحب صدر (حضرت امام جماعت احمدیہ ۔ ناقل) کے پاس بھیجی تھی کہ عہدیدار از سر نو منتخب کئے جائیں ...... آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے جلسے میں ایجنڈا کی کاروائی کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب صدر کمیٹی نے ایک تحریر پڑھی۔ جس میں اس "درخواست" کا ذکر کرتے ہوئے صدارت سے استعفیٰ پیش کیا گیا تھا تاکہ کمیٹی، صدر کے انتخاب میں بالکل آزاد رہے۔ اور جو ممبر نیا انتخاب چاہتے تھے ان کی خواہش کے راستے میں مرزا صاحب کسی وجہ سے رکاوٹ نہ بنیں۔ ا۔

مرزا صاحب نے (۷ مئی ۱۹۳۳ء کے اس اجلاس میں۔ ناقل) اپنی تحریر میں اس واقعہ کا ذکر بھی کیا کہ پچھلے سال بھی انہوں نے کمیٹی سے کہا تھا کہ "وہ ایک سال صدر رہ چکے ہیں لہٰذا اب مناسب ہے کہ کوئی دوسرا شخص صدر منتخب ہو جائے۔ لیکن کمیٹی کے ممبروں نے اس وقت یہی مناسب سمجھا کہ نیا انتخاب نہ ہو اور مرزا صاحب ہی صدر رہیں۔

"۔ تحریر کے دوسرے حصہ میں مرزا صاحب نے "سول" میں درج شدہ اطلاع کے متعلق شکایت کی تھی اور فرمایا تھا کہ اگر ممبروں کی رائے وہی ہو جس کا اظہار "سول" میں کیا گیا ہے تو اس صورت میں انہیں کمیٹی کا ممبر بھی نہیں رہنا چاہئے۔"

مولانا مزید لکھتے ہیں:۔

"(علامہ اقبال کے دست راست۔ ناقل) ملک (برکت علی) صاحب نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا کہ میرزا صاحب نے اس باب میں بہت باعزت اور قابل قدر طرز عمل کا ثبوت دیا ہے یعنی جس وقت انہیں معلوم ہوا کہ بعض ممبر نئے انتخاب کے طلب گار ہیں تو میرزا صاحب نے صدارت کو ترک کر کے انتخاب کا راستہ زیادہ سہل۔ صاف اور آسان بنا دیا۔

مولانا مہر کا ردعمل

"۔ (مگر میری رائے میں۔ ناقل) مرزا صاحب کا استعفیٰ منظور نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ اس لئے کہ میری دیانت داری کے ساتھ یہ رائے ہے۔ اس سے کشمیر کمیٹی کے اختیار کردہ کام میں خلل پڑ جائے گا۔ اس پر مختلف اصحاب نے میری تائید کی۔"

"۔ لیکن ملک برکت علی صاحب نے دو تین مرتبہ تشریح کے ساتھ فرمایا۔ کہ میرزا صاحب کا اختیار کردہ طریق ہی بہترین طریق ہے۔" اور میرزا صاحب بھی اپنے استعفیٰ پر قائم رہے نتیجہ یہ نکلا کہ استعفیٰ منظور ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرزا صاحب کی خدمات کے اعتراف و تحسین کی ایک قرارداد بالاتفاق منظور ہوئی ۳۱ ے

مولانا سید حبیب کا ردعمل

۔۔۔ مولانا سید حبیب ایڈیٹر اخبار "سیاست" ممبر کشمیر کمیٹی نے حضور کے استعفیٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"میں جلسہ میں موجود نہ تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس جلسہ میں مرزا صاحب کا استعفیٰ

منظور کر لیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ مولانا غلام رسول صاحب مہر نے بھی سیکرٹری کے عہدہ سے استعفیٰ داخل کر دیا اور ان کی جگہ ملک برکت علی صاحب کا تقرر عمل میں آیا۔ میں خوش ہوں کہ ایسا ہوا۔ اس لئے کہ میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور ملک برکت علی صاحب دونوں اس کام کو نہیں چلا سکیں گے ..... میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی، کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ ۳۲ ے

استعفیٰ کا اندرون کشمیر "ردعمل"

کشمیری مسلمانوں کے قائد شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے ان لوگوں کو جن کی وجہ سے حضرت امام جماعت احمدیہ استعفیٰ دینے پر مجبور ہوئے "کم فہم احباب" قرار دیا ۳۳ ے (خط بنام حضرت امام جماعت احمدیہ محررہ ۳۱ مئی ۳۳ء) ۳۔ اس خط پر بخشی غلام محمد صاحب کے بھی دستخط تھے۔ چودھری غلام عباس صاحب نے امید ظاہر کی کہ حضور "پھر مظلوم مسلمانان کشمیر کی حمایت کے لئے کمربستہ ہو جائیں گے اور لکھا کہ "آں جناب کی مساعی جمیلہ کی ازحد ضرورت ہے۔" ۳۴ ے

اس قسم کے جذبات کا اظہار میر احمد اللہ ہمدانی میرواعظ سری نگر، مسلمانان سری نگر۔ مسلمانان جموں۔ مسلمانان میرپور، مسلم ایسوسی ایشن پونچھ، مسلمانان گلگت وغیرہ کی طرف سے بھی کیا گیا۔ ۵۔ اور تبلیغ احمدیت کے الزام کی پرزور مذمت کی گئی۔" ۳۵ ے

جناب احمد یار خان دولتانہ کا مکتوب

پنجاب کے مشہور مسلمان سیاسی لیڈر سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ کے والد جناب احمد یار خان صاحب دولتانہ نے امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں ۱۲ر جولائی ۳۳ء کو لکھا:۔

قبلہ و کعبہ مخدومی و مطاعی محترم مدظلہ:۔

"حسام الدین جو کشمیر سے آیا تھا اس نے لاہور میں روپیہ خرچ کیا۔ اسے ایک دوست نے کہا کہ کشمیر کمیٹی کا اس وقت تک خاتمہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضور کمیٹی میں ہیں۔ آپ کی ذات مہاراجہ کی آنکھوں میں مثل خار کھٹکتی ہے اور واقعی جو کام گورنمنٹ آف انڈیا اور ریاست کشمیر نہ کر سکتے تھے۔ وہ حضور کی بلند حوصلگی اور اقبال کی دوں ہمتی سے ہو گیا

..... میاں سر فضل حسین نے بھی میری زبانی سر اقبال کو کہلا بھیجا کہ اس کی کرتوتوں سے مسلمانوں کے نقصان کے علاوہ اسے ذاتی طور پر کوئی فائدہ حنہ ہو گا مگر وہ شیر قالین ہے ۔ عملی بات تو سمجھنے سے قاصر ہے ۔ میری رائے ناقص میں تو حضور والا کو یہ کام پھر ہاتھ میں لینا چاہئے ۔ ہم سب حضور کے جانثار خادم ہیں ۔ اقبال سے نہ پہلے کچھ ہو سکا اور نہ اب ہو سکے گا ۔" ۳۶

اقبال سے نہ پہلے کچھ ہوسکا اور نہ اب ہو سکے گا

احرار کی جتھہ بازی

احرار کی طرف سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم نے کشمیر کو جتھے بھیجے تھے ۔ ان کی وجہ سے کشمیریوں کو بہت جلد حقوق حاصل ہو گئے ۔ لیکن جیسا کہ آئندہ صفحات میں شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے بیانات سے واضح ہو گا یہ لوگ اندر خانے وہ راہ اختیار کرتے تھے ۔ جس سے کشمیری مسلمانوں کے کاز کو نقصان پہنچتا تھا ۔ احرار نے اعلان کیا کہ ہم مہاراجہ کے اقتدار کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے ۔ ساتھ یہ بھی مطالبہ کیا کہ ہم کشمیر میں آزاد اسمبلی کے حامی ہیں ۔ حالانکہ آزاد اسمبلی کا تو مطلب ہی یہی تھا کہ مہاراجہ سے حقوق لے لئے جائیں ۔ اور اسمبلی کو دے دیئے جائیں ۔ اس قسم کے لایعنی مطالبات سے تحریک آزادی کا امیج خراب ہوا ۔

جب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی مساعی کے نتیجہ میں مسلمانوں کو حقوق ملنے لگے ۔ احرار نے سول نافرمانی ۔ جتھہ بازی ' بائیکاٹ اور قانون شکنی شروع کر دی ۔ واضح رہے کہ آزادی یا تو تلوار کے زور سے حاصل ہو سکتی تھی یا انگریزوں کے ساتھ تعاون کر کے ۔ تلوار سے آزادی حاصل کرنا ممکن نہ تھا ۔ احرار نے ایسے طریقے اپنائے جس سے انگریزوں کی ہمدردی بھی جاتی رہے ۔ احرار نے کشمیر میں قانون شکن جتھے بھجوائے ' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مسلم پرچہ " سیاست " نے لکھا :

" ۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے مخالف حالات میں جو کیا اور جو کر رہی ہے کسی آئندہ وقت میں جبکہ حالات کلیتہ " پر سکون ہو جائیں گے ۔ روشن ہو جائے گی اور مسلمان دیکھ لیں گے کہ حق بجانب کون تھا ؟ اتنا تو اس وقت بھی ظاہر ہو گیا کہ دو تین مرتبہ کھیل بن بن کر بگڑ گیا ..... جتھے بازی بے سود اور مضرت رساں ثابت ہوئی ۔ اس سے فائدہ کی بجائے الٹا نقصان پہنچا ۔ احرار کی جانب سے مسلمانان کشمیر کو کوئی مالی امداد بھی نہ ملی ۔ ان کے جارحانہ اقدام کے

باعث حکومت پنجاب و ہند بھی برگشتہ ہو گئی ۔ جن کا اثر ان تحقیقاتی کمشنوں پر پڑا ۔ جو بڑے پر زور مطالبات اور بڑی جدوجہد و کوشش سے مقرر کرائی گئیں ۳۷ ۔

چوہدری غلام عباس کا رد عمل

احرار کی جتھہ بازی اور ان کی تخریبی کاروائیوں کے متعلق چوہدری غلام عباس لکھتے ہیں :

" ۔ چند نوجوان احرار کے حامی تھے ۔ انہوں نے مسلم ایسوسی ایشن پر دباؤ ڈالا کہ ریاست کے مسلمان احرار کی رفاقت سے کام کریں ۔ جماعت احرار ——— (جو اپنے آپ کو تمام مسلمانان برصغیر کے نمائندہ قرار دیتے تھے ۔ ناقل) کے لیڈروں اور بزرگوں سے جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کو شدید اختلافات تھے ۔ یہ تحریک انہوں نے ہماری شدید مخالفت کے باوجود ایسے حالات میں شروع کی جو اسلامیان ریاست کی اس وقت کی سیاسی فضا کے لئے سازگار نہ تھی ۔ کمشن کے فیصلہ کی طرف ہندوستان اور ریاست کے مسلمانوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور ہر معقول آدمی اس وقت کسی غیر آئینی کاروائی کو مفاد ملت کے خلاف ایک تخریبی حرکت تصور کرتا تھا ۔ (کشمکش ص ۱۱۷)

احرار کی کرتوتیں اور کشمیر کمیٹی کے کارنامے

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ مرحوم اپنی آپ بیتی میں احرار کی کرتوتوں اور کشمیر کمیٹی کے کارناموں کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

" ۔ آل انڈیا مجلس احرار نے ہماری مصیبت کو اپنی سیاسی دوکان کی رونق بڑھانے کا اچھا موقع خیال کیا ..... مجلس احرار نے شہید گنج لاہور کے معاملے کے متعلق جو روش اختیار کی تھی ۔ اس کی بنا پر اس کی شہرت کو دھکا لگا تھا ۔ اب مجلس کے اکابر تحریک کشمیر سے وابستگی ظاہر کر کے اس دھبے کو دور کرنا چاہتے تھے ۔ ان کا ایک وفد راجہ ہری کشن کول کی دعوت پر کشمیر آیا اور سری نگر میں راجہ صاحب کی کوٹھی کے نزدیک لال منڈی میں سرکاری مہمانوں کی حیثیت سے ایک سجے سجائے ہاؤس بوٹ میں قیام پذیر ہوا ۔ راجہ صاحب کے ساتھ ان کی کئی نجی ملاقاتیں ہوئیں ۔ ان ملاقاتوں میں کیا کھچڑی پکتی رہی ۔ اس کا علم نہیں ہو سکا ۔ لیکن شہر میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ راجہ صاحب کے ساتھ سودے بازی ہو رہی ہے ۔ کچھ لوگوں

کا کہنا تھا کہ پنجاب میں کشمیر کے معاملے پر حکومت کے خلاف جو آگ لگی ہوئی ہے ۔ مجلس احرار اس پر پانی ڈالنے کے لئے اپنی خدمات کسی خطیر رقم کے عوض پیش کرنے پر آمادہ تھی ۔ مجلس احرار کو مالی وسائل کی بڑی ضرورت تھی ۔ ان کا مقابلہ ..... مسلم لیگ کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے تھا .... وہ روپے کا ایندھن ڈال کر اپنی جماعت کا انجن چالو کرنا چاہتے تھے ۔ اور تمام ہند میں پھیل جانا چاہتے تھے ۔ ادھر کشمیر میں راجہ صاحب نے تجوریوں کے منہ کھول دیئے تھے ۔

میری دوسری گرفتاری کے بعد اکتوبر ۔ نومبر ۳۱ میں مجلس احرار کا یہ وفد پھر سری نگر آیا بدقسمتی سے اس بار بھی وہ سرکاری مہمانوں کی حیثیت سے ہی آئے ..... میں ان سے ملنے کے لئے گیا تو وفد کے ارکان نے شکوہ کیا ۔ کہ " جہاں کشمیر کمیٹی (صدر ۔ حضرت امام جماعت احمدیہ) کے نمائندوں کے پاس عام لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے وہاں ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں ۔ " میں نے جواب دیا ..... آپ کے ہوتے ہوئے سرکار نے یہاں کے مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلی اور آپ بدستور اس کی بانہوں میں بانہیں حمائل کرتے رہے ۔ آپ کو تو شہیدوں کے گھر جاکر زبانی ہمدردی کرنے کا خیال بھی نہ آیا حالانکہ سرکاری موٹریں آپ کے انتظار میں کھڑی رہتی تھیں ۔ آپ نے حالات کا چشم دید مشاہدہ کرنے کے لئے معمولی زحمت بھی گوارا نہیں کی ۔ اب آپ پھر سرکاری مہمان ہیں اور ہاؤس بوٹوں میں سرکاری دستر خوان کے چٹخارے لے رہے ہیں ۔ تو بھلا عوام آپ کے پاس آئیں تو کیوں ؟ حکومت کی گولیوں سے ان کے بے گناہ سینے چھلنی ہو چکے ہیں ۔ سرکاری تازیانوں نے ان کے جسم کی کھالیں ادھیڑ دی ہیں ۔ انہیں بھانت بھانت کے فرضی مقدمات میں ماخوذ کر کے پریشان کیا جا رہا ہے ۔ انہیں علاج معالجے کے لئے پیسے کی ضرورت ہے ۔ ماہرانہ قانونی مشورے کی ضرورت ہے ۔ آپ ان ضروریات میں کہیں ان کی دست گیری نہیں کر رہے ہیں ...... مگر کشمیر کمیٹی ' اپنے خرچ پر وکلاء بھیج کر ان کی امداد کر رہی ہے ۔ مڈلٹن کمشن ا ء کے سامنے اگر کشمیری مسلمان اپنا کیس پیش کر سکے تو کشمیر کمیٹی کی امداد سے ...... اتنا ہی نہیں ' کشمیر کمیٹی کے نمائندے ' شہدا اور قیدیوں کے گھروں میں جا کر اپنی بساط کے مطابق نقد و جنس سے ان کا بوجھ ہلکا کر رہے ہیں ۔ اس لئے اگر وہ آپ کے دیوان خانے کو بھول کر کشمیر کمیٹی کے نمائندوں کا دامن پکڑ لیں تو اس میں اچنبھے کی بات کیا ہے ۔ میرے ان دلائل کا احرار حضرات کے پاس جواب نہ تھا ۔ اس لئے

مذاق مذاق میں بات کو ٹال گئے ۔ لیکن جب وہ لاہور پہنچے ۔ تو وہاں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کشمیر میں رہ کر کیا کر آئے ہیں اور آپ نے وہاں کے عوام کے لئے کیا کیا ہے ؟ اس کا جواب بھلا وہ کیا دیتے ۔ لگے بغلیں جھانکنے ۔ لیکن اپنی کوتاہیوں اور کوتاہ بینیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے یہ کہانی گھڑلی کہ

شیخ محمد عبداللہ احمدی بن گیا ہے اور وہاں اب سنگین مسئلہ اسی کا ہے "۳۸ "

۷ کروڑ مسلمانان برصغیر سے خدا اور رسولؐ کے نام پر

۔علامہ اقبال کی طرف سے جاری کردہ اپیل۔ جون ۱۹۳۳ء

حضرت امام جماعت احمدیہ کے مستعفی ہو جانے کے معاً بعد علامہ اقبال کی طرف سے ۷ کروڑ مسلمانوں کے نام جاری کردہ اپیل میں، حضرت امام جماعت احمدیہ کے دور صدارت میں، آزادیٔ کشمیر اور کشمیری مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے ضمن میں سر کئے گئے معرکوں کے واضح اعترافات ملتے ہیں---

کشمیر کمیٹی صف اول میں ہے۔

علامہ اپیل میں فرماتے ہیں۔

برادران اسلام! موجودہ زمانے کے اندر تحریک خلافت کے بعد تحریک کشمیر ایک ایسی تحریک ہے جس سے خالص اسلامی جذبات کو عملی مظاہرے کا موقع ملا۔ اور جس نے قوم کے تن مردہ میں حیات تازہ کی لہر ایک دفعہ پھر دوڑا دی۔ جن قومی جماعتوں نے اہل خطہ کے ساتھ عملی ہمدردی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے آپ کو تسلیم ہو گا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا نام ان کی صف اول میں ہے

”۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ابتدائے کار (یعنی جولائی ۳۱ سے جب امام جماعت احمدیہ نے صدارت سنبھالی۔ ناقل) اپنے مخصوص طریق کار کے مطابق نہ صرف اہل خطہ کے حالات و جذبات کی ایسی ترجمانی کی ہے کہ خود اہل خطہ بحالات موجودہ ویسی نہ کر سکتے تھے۔ بلکہ کمیٹی نے

- کئی گتھیوں کو سلجھانے
- مصیبت زدوں کو مالی امداد پہنچانے اور
- فسادات کے مقدمات کو اپنے ہاتھ میں لے کر ان کی پیروی کرنے میں نہایت قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور اب تک دے رہی ہے۔
- ابتدائے کار سے کشمیر کمیٹی نے حکومت ہند، برطانیہ اور برطانوی قوم پر اس حقیقت کو ظاہر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی کہ کشمیر کا مسئلہ مسلمانان ہند کی سیاسی حیات و موت کا مسئلہ ہے۔

نیا مرحلہ۔ صدارت علامہ اقبال۔ جون ۱۹۳۳ء تا......

اپنے دور صدارت کو ”نیا مرحلہ“ قرار دیتے ہوئے علامہ فرماتے ہیں:۔

”۔ نیا مرحلہ آگیا ہے اور اس کے لئے نئی قربانیوں کی ضرورت ہو گی۔ جو لوگ گذشتہ انقلاب سے ماخوذ ہیں اور ان پر مقدمات چل رہے ہیں۔ ان کی طرف بھی توجہ میں ہرگز کمی نہیں آنی چاہئے۔ اب تک (یعنی امام جماعت احمدیہ کے عرصہ صدارت تک۔ ناقل) ان مقدمات کی پیروی خوش اسلوبی سے ہوئی ہے لیکن قوم کو اس حقیقت سے بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ کشمیر کمیٹی کے پاس جو روپیہ فراہم شدہ تھا وہ خرچ ہو چکا ہے اور ----- جب تک قوم روپیہ سے اعانت پر کمربستہ نہ ہو گی۔ نہ تو نئی پیدا شدہ صورت حال میں کوئی اہم کام سرانجام پا سکے گا اور نہ ان سینکڑوں ماخوذین کو قانونی امداد پہنچانے کا کوئی ذریعہ ہو گا۔

اس لئے تمام گذشتہ حالات اور موجودہ حالات اور آئندہ امکانات کو مدنظر رکھتے ہم ملت اسلامیہ ہند سے نہایت مخلصانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ حالات کی نزاکت کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے اپنی پہلی قربانیوں میں مزید اضافہ کیلئے کمربستہ ہو جائیں...... اور اسلامی ایثار کا ثبوت دیں۔ یہ افراد کی امداد نہیں بلکہ امت رسول صلعم کی امداد ہے۔ ہم اپیل کا اختتام حضور پرنور صلعم کی اس ہدایت پر کرتے ہیں۔

خدا نے دین اسلام کو اپنے لئے مخصوص کیا ہے اور دین کی دوستی، سخاوت اور حسن اخلاق سے ہے مسلمانو! اپنے دین کو ہر دو اوصاف سے آراستہ کرو۔

نوٹ۔ چندہ کی رقوم مسلم بنک انار کلی۔ لاہور کو بھیجی جائیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال پی ایچ ڈی۔ بیرسٹر۔ صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ ملک برکت علی ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ۔ سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ (انقلاب ۳۰ جون ۱۹۳۳ء)

مصنف ”زندہ رود“ نے علامہ کی یہ اپیل صفحہ ۵۱۰ پر درج کی ہے مگر اپیل کا وہ حصہ جو